حج کا تعارف

حج سے متعلقہ عناوین پر آج تک سینکڑوں کتب ،سفر نامے اور کتابچے لکھے گئے ہیں۔اس لٹریچر میں مختلف نقطہ ء نظر رکھنے والوں نے اپنے اپنے انداز میں عناوین بنائے اور ان پر بحث کی آج کل ہر حج پر جانے والے کے ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے کتابچے ہوتے ہیں ،جو مختلف لوگوں نے فقہ کی قدیم کتب کی راہنمائی میں تحریر کئے ہیں۔اس جگہ ان کتب میں پائے جانے والے ایک خاص نظریے پر بحث کرنا مقصود ہے۔

عام طور پر ہر کتاب میں ایک حصہ ایساضرور ہوتاہے جس میں حج کے ارکان (یعنی فرائض)،واجبات ، سنن اور نوافل کے عنوان لگا کر بحث کی ہوتی ہے اور بتایا جاتاہے کہ کس مسلک کے علما کس کام کو فرض سمجھتے ہیں کس کو واجب ،یا سنت یا نفل سمجھتے ہیں۔

اس سلسلے میں یاد رہے کہ قرآن کریم ،یا آنحضور ﷺ نے حج سے متعلق کسی عمل کو فرض قرار نہیں دیایا کسی عمل کو واجب یا سنت کے طور پر معین نہیں کیا یہ بعد کے فقہاء و علماء نے مختلف اودار میں مسائل پیش آنے پر ،اپنے نظریات جو یقینا قرآن و سنت سے مستخرج تھے ، کے مطابق ان کا حل پیش کیا۔ اسی دور میں بعض اعمالِ حج کو فرائض قرار دیا گیا ، بعض کو واجب اور بعض کو سنت یا نفل۔

ذیل میں اسی مسئلے کا جائزہ لیا جائے گا کہ یہ فرائض ،واجبات ،سنن نوافل کی علیحدہ علیحدہ حیثیت ہے بھی یا نہیں اور اگر ہے تو کیا ہے؟

فقہ کی مشہور کتاب الفقہ الاسلامی و ادلتہ از دکتور وھبۃ الزحیلی کے مطابق ارکانِ حج کی تفصیل درج ذیل ہے

ا۔احناف کے نزدیک حج کے دو رکن ہیں:۔ا۔وقوفِ عرفات

۲۔طوافِ افاضہ (زیارت)

مالکیوں اور حنبلیوں کے نزدیک حج کے ۴ چار ارکان ہیں:ا۔احرام ۲۔وقوفِ عرفات ۳۔طوافِ افاضہ (زیارت)۴۔سعی

شافعیوں کے نزدیک حج کے ۵ پانچ ارکان ہیں۱۔احرام ۲۔وقوفِ عرفات ۳۔طواف افاضہ(زیارت)۴۔سعی ۵۔ حلق یا قصر347

فقہ احمدیہ کے مطابق حج کے تین بنیادی رکن ہیں

۱۔احرام یعنی نیت باندھنا

۲۔وقوفِ عرفات یعنی ۹ ذی الحجہ کو میدان عرفات میں ٹھہرنا

۳۔طوافِ زیارت جسے طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں یعنی وہ طواف جو وقوف عرفہ کے بعد ۱۰ ذی الحجہ یا اس کے بعد کی تاریخوں میں کیا جاتا ہے349

ان ارکان کی بحث کے علاوہ ایک چارٹ بھی پیش کیا جارہا ہے جس سے یہ با آسانی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کون سا عمل کس مذہبِ فقہ کے نزدیک رکن ہے ،واجب ہے اور کونسا سنت ہے تا کہ اگر کوئی اس چارٹ سے راہنمائی حاصل کر نا چاہے توکر سکے۔

جدول باھم احکام اعمال الحج فی المذاھب

العمل

مذھب الحنفیۃ

مذھب المالکیۃ

مذھب الشافعیۃ

مذھب الحنابلۃ

حكم الحج

فرض فورا على المستطيع

فرض فورا

فرض على التراخي

فرض فورا

2

حكم العمره

سنة موكدة

سنة موكده على المشهور

فرض على التراخي

فرض فورا

3

الاحرام بالحج (نيته)

شرط

ركن

ركن

ركن

4

الاحرام بالعمره (نيتها)

شرط

ركن

ركن

ركن

5

الاحرام من الميقات

واجب

واجب

واجب

واجب

6

اقتران الاحرام بالتلبية

واجب

واجب

سنة

سنة

7

الغسل الاحرام

سنة

سنة

سنة

سنة

8

الطيب للاحرام

سنة

سنة

سنة

سنة

9

التلبية

واجبه

واجبه

سنة

سنة

10

طواف القدوم للمفرد و القارن

سنة

واجب على الاصح

سنة

سنة

11

نيةالطواف

شرط

سنة

سنة

سنة

12

بدء الطواف من الحجر الاسود

واجب

واجب

شرط

شرط

13

جعل البيت عن يسار الطائف

واجب

واجب

شرط

شرط

14

المشی فی الطواف للقادرعلیہ

واجب

واجب

سنۃ

شرط

15

الطھارہ من الحدثین فی الطواف

واجب

شرط

شرط

شرط

16

طهاره البدن والثوب والمكان

سنة

شرط

شرط

شرط

17

كون الطواف من وراء الحطيم اوالحجر

واجب

شرط

شرط

شرط

18

كون الطواف في المسجد

شرط

شرط

شرط

شرط

19

كون الطواف سبعة اشواط

واجب

شرط

شرط

شرط

20

الموالاة بين اشواط الطواف

سنة

واجب

سنة

واجب

21

ستر العورة فى الطواف

واجب

شرط

شرط

شرط

22

ركعتا الطواف

واجب

واجب

سنة

سنة

23

طواف العمره

ركن

ركن

ركن

رکن

24

السیعی بین الصفا والمروه

واجب

رکن

رکن

رکن

25

و قوع السعی بعد الطواف

واجب

واجب

شرط

شرط

26

نیة السعی

واجب

شرط

شرط

شرط

27

يدء السعي بالصفا وختمه بالمروة

واجب

شرط

شرط

شرط

28

المشي في السعي للقادر

واجب

واجب

سنة

شرط

29

كون السعي سبعة اشواط

واجب

شرط

شرط

شرط

30

الموالاة بين اشواط السعى

سنة

شرط

سنة

شرط

31

الحلق او التقصير فى العمره

واجب

واجب

ركن على المشهور

واجب

32

البيت بمنى ليلة عرفة

سنة

سنة

سنة

سنة

33

الوقوف بعرفة

ركن

ركن

ركن

ركن

34

وقت الوقوف بعرفة

من بعد الزوال من يوم عرفه الى طلوع فجر يوم النحر بالاتفاق

35

امتاد الوقوف لما بعد الغروب ان وقف نهارا

واجب

واجب

سنة

واجب

36

الدفع من عرفه مع الامام او نائبه

واجب

واجب

سنة

سنة

37

الجمع بمزدلفة بين المغرب والعشاء تقديما

واجب

سنة

سنة

سنة

38

الوقوف بمزدلفة

واجب ولو لحظة بعد الفجر

واجب ويكفى مقدار حط الرحال وجمع العالتين ت تاول شيء من الطعام والشراب والمبيت مندوب

واجب و يكفى لحظة فى النصف الثانى من اليل

المبيت واجب لما بعد منتصف الليل

39

الوقوف بمزدلفه عند المشعر الحرام من الفجر الى الشروق

مستحب

مندوب والمعتمدانه سنة

سنة

سنة

40

رمى جمره العقبه يوم النحر

واجب

واجب

واجب

واجب

41

الحلق او التقصير فی الحج

واجب

واجب

رکن علی المعتمد

واجب

42

الترتیب بین الرمی والذبح والحلق

واجب

سنۃ

سنۃ

سنۃ

43

طواف الافاضۃ

اکثرہ رکن

رکن

ركن

ركن

44

كون طواف الافاضه فی ایم النحر

واجب

واجب فی ذی الحجة

سنة

سنةیوم العید

45

تاخیر طواف الافاضة عن رمی العقبه

سنة

واجب

سنة

سنة

46

رمی الجمار الثلاث فی ایام التشریق

واجب

واجب

واجب

واجب

47

عدم تاخير الرمى الى الليل

سنة

واجب

سنة

واجب على غير سقاة ورعاة فيرمون ليلا ونهارا

48

المبيت بمنى ليالى ايام التشريق

سنة

واجب الا لراعى الابل والسقاء

واجب لغيرالرعاء واهل السقاية

واجب

49

طواف الوداع

واجب

مندوب

واجب علی المعتمد

واجب

50

اداء العمرة فی ایام التشریق

مکرہ تحریما

لا یصح ویکرہ

یصح بغیر کراھۃ

یصح بغیر کر اھۃ

51

ترتیب رمی الجمار (الاولی فالوسطی فالعقبۃ)

سنۃ

واجب

واجب

واجب

اتفقوا علی اخر وقت الوقوف واختلفوا فی بدئہ فقال الحنابلۃ یبداء الوقوف من طلوع فجر یوم عرفہ (المغنی:3/415)

(الفقہ الاسلامی و ادلتہ : تالیف : الدکتور وھبۃ الزحیلی الجز الثالث مطبوعہ دارالفکر دمشق)

میرے نزدیک قرآن کریم نے مناسکِ حج کی پوری تفصیل بیان فرمادی ہے اس سلسلے میں یاد رہے کہ حج اسلام سے قبل بھی رائج تھا۔لہٰذا حج کے طریقوں میں اکثر مناسک وہی ہیں جو پہلے بھی رائج تھے صرف بعض جگہوں پر مشرکین نے جو تبدیلیاں کر دی تھیں ان کو بدل کر دوبارہ سے سنت ابراہیمی کے مطابق کر دیا گیا ہے اور حج کی مقصدیت اور روح کی طرف توجہ مبذول کروائی گئی ہے اس کے علاوہ ہمارے لئے اسوہٗ کامل ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے آپ ﷺ نے ان مناسکِ حج کو عین ارشاد خداوندی کے مطابق قائم کیا اور اس پر عمل کر کے دکھایا ہے لہٰذا تمام مناسکِ حج ،جو قرآن کریم نے بتائے اور آنحضور ﷺ نے عمل کر کے دکھائے ادا کرنے فرض ہیں اور ان کی اندرونی تقسیم کہ یہ فرض ہے ،یہ واجب ہے یا سنت ہے اسپر زور دینا میر ے نزدیک درست نہیں۔

زیر نظر مقالہ میں اسی بات کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ فقہاء وعلماء کی بحثوں میں نہ الجھا جائے کہ فلاں کام کرنا فرض ہے یا واجب ہے اور ان کے اپنے اپنے دلائل ہیں کسی کو ان سے اتفاق ہو گا تو وہ صرف وہی کام کرکے یہ سمجھ لے گا کہ اس کا حج ہو گیا تو یہ سوچ غلط ہے۔

اصل بنیاد تو قرآن کریم پر ہونی چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے اس کامل کتاب میں تمام تفصیلات بیان فرمادی ہیں اور اسی پر عمل آنحضور ﷺ نے کر کے دکھا دیا اس لئے ہمارے لئے مناسکِ حج کی ادائیگی کے لیے اسوہٗ کامل ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اگر آپ ﷺ نے ایک عمل کیا ہے تو ہمارے دل میں طبعا اس کام کے کرنے میں بشاشت پیدا ہونی چاہیے کہ یہ کام ہمارے پیارے حبیب ﷺ نے کیا تھا اور اس طریق پر کیا تھا نیز اگراس بارے میں آیتِ قرآنی بھی ملتی ہو ،تو پھر تو اس کی حیثیت حکم خداوندی کی ہو جاتی ہے ، جس پر عمل کرنا اطاعتِ خداوندی پر منتج ہوتاہے لہٰذا ان بحثوں میں الجھنے کی ضروت ہی نہیں کہ یہ کام ،مناسک حج میں کس اہمیت کا حامل ہے آیا فرض ،یا سنت یا نفل۔ہمارا کام بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کرنا ہونا چاہیے نہ کہ ان مناسک کی حیثیت مقرر کرنا ۔

ذیل میں مناسکِ حج سے متعلق آیاتِ قرآنی اور آنحضور ﷺ کے طریق درج کیے جارہے ہیں اور علیحدہ علیحدہ مناسک کو عناوین میں تقسیم کیا گیا ہے تاکہ ہمیں معلوم ہو سکیء کہ مناسکِ حج کی اہمیت کیا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ ہم نے یہ تمام طریقِ حج کے دوران اپنانے بھی ہیں۔

احرام

قرآنِ کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام کی حالت میں مُحرِم پر بعض پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حج کے بنیادی اعمال میں سے ایک احرام بھی ہے۔قرآن کریم میں درج ذیل آیات میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے

۱۔سورۃ المائدہ آیت نمبر 2

۲۔سورۃ المائدہ آیت نمبر96

۳۔سورۃ المائدہ آیت نمبر 3

۴۔سورۃ المائدہ آیت نمبر 97

آنحضور ﷺ نے ذو الحلیفہ سے احرام باندھا تھا، حج کی غرض سے 350

آپ ﷺ نے ایک خطبے میں فرمایا: اہل مدینہ کا میقات ذو الحلیفہ ہے ،شام والوں کا میقات جحفہ ہے ،اہل نجد کا میقات قرن المنازل ہے اور یمن والوں کا یلملم ہے351

جبکہ ذات عرق عراق کے باشندوں کے لئے میقات حضرت عمر کے دور میں مقر ہوا تھا۔352

طواف

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے طواف سے متعلق حکم فرمایا ہے

وَلۡيَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ(سورۃ الحج آیت نمبر ۳۰)

آنحضور ﷺ نے ارشاد خداوندی کے مطابق ۳ مرتبہ حج کے دوران خانہ کعبہ کا طواف کیا تھا۔

۱۔پہلا طواف ۴ ذی الحج کو (اسے اصطلاح میں طوافِ قدوم کہتے ہیں) 353

۲۔دوسرا طواف ۱۰ ذی الحج کو (اس کو اصطلاح میں طواف ، زیارت یا طواف ، افاضہ کہتے ہیں)354

۳۔تیسرا طواف ۱۴ ذی الحج کو (اسے اصطلاحا طوافِ وداع کہتے ہیں)

مقامِ ابراہیم کونماز کی جگہ بنانے کا حکم

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاہِیْمَ مُصَلًّی

یعنی ابراہیم کے مقام میں سے نماز کی جگہ پکڑو (سورۃالبقرہ آیت نمبر 126)

آنحضور ﷺ نے طوافِ کعبہ کے بعد قرآن کریم کی درجِ بالا آیت تلاوت فرمائی اور دو رکعت نفل ادا کیے اس میں آپ ﷺ نے سورہ الاخلاص کی تلاوت فرمائی۔356

مقامِ ابراہیم سے متعلق ضروی وضاحت

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاہِیْمَ مُصَلًّی :مراد یہ ہے کہ ہم نے کہایا ہم نے حکم دیا کہ تم شدت کے ساتھ مقام ابراہیم کو عبادت گاہ بناوء یا جہاں انہوں نے خانہ کعبہ کو بنانے کے لئے قیا م کیا تھا اس میں سے کسی جگہ نماز پڑھو یا یہ کہ ابراہیمؑ کے کھڑیء ہونے کی جگہ پر یعنی جہاں وہ عبادت کرتے تھے تم بھی طواف کے بعد اس شکریہ میں کہ خدا نے اس گھر کو دنیا کے جمع کرنے اور امن کو قائم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے نماز پڑھو

مقامِ ابراہیم کعبہ کے پاس ایک خاص جگہ ہے ،جہاں طواف بیت اللہ کیء بعد مسلمانوں کو دو سنتیں پڑھنے کا حکم ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کعبہ کے بعد اس جگہ شکرانہ کے طور پر نماز پڑھی تھا اور اس سنت کو جاری رکنھے کے لئے وہاں دو رکعت نماز پڑھنے کاحکم دیا گیا ہے۔لیکن میں َسمجھتا ہوں وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَا ہِیْمَ مُصَلًّی میں جس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عبادت اور فرما نبرداری کے جس مقام پر حضرت

ابراہیمؑ کھڑے ہوئے تھے تم بھی اسی مقام پر اپنے آپ کو کھڑا کونے کی کوشش کرو۔ لوگ غلطی سے مقامِ ابراہیم سے مراد صرف جسمانی مقام سمجھ لیتے ہیں حالانکہ ابراہیمؑ کا اصل مقام وہ مقامِ اخلاص اور مقامِ تقویٰ تھا جس پر کھڑے ہو کر انہوں نے اللہ کو دیکھا گویا اللہ تعالیٰ فرماتاہے کہ تم بھی اسی طرح اللہ تعالی سے محبت کرواسی رنگ میں دین کے لئے قربانیاں بجا لائو،جس رنگ میں ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے لیے قربانیاں کیں۔

پس یہاں مقامِ ابراہیم سے مراد کوئی جسمانی مقام نہیں بلکہ روحانی مقام مراد ہے.......اگر مقامِ ابراہیم کو مصلیٰ بنانے کے یہی معنے ہوں کہ ہر شخص ان کے مصلی پر جا کر کھڑا ہو تو یہ تو قطعی طور پر ناممکن ہے اور یہ جھگڑا رہتا کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہاں نماز پڑھی تھی یہ وہاں اور اگر بالفرض یہ یقینی طورپر پتہ لگ بھی جاتا کہ انہوں نے کہاں نماز پڑھی تھی تو بھی ساری دنیا کے مسلمان وہاں نماز نہیں پڑھ سکتے صرف حج میں ایک لاکھ سے زیادہ حاجی شامل ہوتے ہیں اگر جلدی جلدی بھی نماز پڑھی جائے تب بھی ایک شخص کی نماز پر دو منٹ صرف آئینگے اس کے معنے یہ ہوئے کہ ایک گھنٹہ میں تیس اور چوبیس گھنٹہ میں سات سو بیس آدمی وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

اب بتائو کہ باقی جو 99280رہ جائیں گے وہ کیا کریں گے اور باقی مسلم دنیا کے لئے تو کوئی صورت ہی ناممکن ہو گی۔پس اگر اس حکم کو ظاہر پر محمول کیا جائے تو اس پر عمل ہو ہی نہیں سکتا۔پھر ایسی صورت میں فسادات کا بھی احتمال رہتا ہے 357

سعی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتاہے

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا

(سورۃ البقرۃ آیت نمبر 159)

یعنی یقینا صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں پس جو کوئی بھی اس بیت کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا بھی طواف کرے۔

اس قرآنی حکم کے مطابق آنحضور ﷺ نے سعی کی تھی اور سعی کے دوران اسی آیت کی تلاوت بھی فرمائی تھی۔358

عرفات میں جا کر وہاں سے واپس آنا

عرفات میں جانے اور واپس آنے سے متعلق قرآن کریم سور ۃ البقرہ آیت نمبر199اور آیت نمبر200میں احکامات پائے جاتے ہیں آنحضور ﷺ نے اسی کے مطابق ہی عمل کیا۔آپ ﷺ 9ذی الحج کو منیٰ سے عرفات تشریف لے گئے 359

اور 9ذی الحج کو غروب آفتاب کے بعد وہاں سے واپس مزدلفہ کو روانہ ہوئے 360

مشعر حرام پر ذکر الٰہی

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ آیت نمبر 199میں فرماتا ہے کہ جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعرِ حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

آنحضور ﷺ نے اس حکم کے مطابق ہی عمل کیا اور مشعر حرام پر جا کر ذکرِ الٰہی کرتے رہے۔361

رمی

رمی کاذکر اشارہ سورہ البقرہ کی آیت نمبر 204میں پایا جاتا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ پس جو بھی دو دنوں فارغ ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں آنحضور ﷺ کا عمل اس آیت کے مطابق یہ تھا کہ آپ ﷺ تینوں دن منی میں قیام فرما رہے (یعنی 11.12.13ذی الحجہ کو)

میری نظر میں اگر بیماری کی وجہ سے کوئی حج پر جانے سے رہ جائے اور اس سہولت میسر ہو کہ کوئی اور ساتھی حج کرنے جارہے ہیں ،تو وہ ان کے ذریعے سے اپنی قربانی کعبہ تک پہنچائے اور اس وقت تک سر نہ منڈوائے اور اگر اُ سے یہ سہولت میسر نہ ہو تو پھر جہاں کہیں بھی وہ ہے ،وہیں یوم النحر کو قربانی کر کے سر منڈوا دے اور احرام کھول لے۔

اگر روک دشمن کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو تو میر ی رائے میں جہاں کہیں حاجی یا معتمر کو روکا گیا ہو گا ، وہیں اپنی قربانی کو ذبح کرکے سر منڈوا کر احرام کھولدے گا۔جیسا کہ آنحضورؐ نے حدیبیہ کے مقام پر ہی اپنی قربانی کو ذبح کر دیا تھا۔لہاذا اس صورت میں محلہ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں حاجی یا معتمر کو روکا گیا ہو گا۔

کن مشرکین کو حج سے روکا گیا ہے ؟

مشرکین کے نجس ہونے سے مراد ، ان کے عقیدے کی نجاست ہے ، جسمانی نجاست مراد نہیں۔پس مشرکوں کو حج سے روکنے سے مراد یہ ہے کہ ان کو اپنی مشرکانہ رسومات ادا کرتے ہوئے حج کر نے نہ دیا جائے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں وہ بعض دفعہ ننگے ہوکر اور اپنے بتوں کو ساتھ لے کر حج کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور دوسرے حنفی فقہا کے نزدیک بھی مشرکین مسلمانوں کی ہر مسجد میں حتی کہ مسجد حرام میں بھی داخل ہو سکتے ہیں۔البتہ انہیں وہاں اپنی مشرکانہ رسومات کے ساتھ حج یا عمرہ کرنے کی اجازت نہیں 372

درج بالا حوالے کی بنیاد ہمیں قرآن کریم میں نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

”یقینا وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کی راہ سے اور اس مسجد، حرام سے روکتے ہیں ، جسے ہم نے سب انسانوں کے فائدہ کے لئے بنایا ہے ، اس طرح کہ اس میں (خداکی خاطر) بیٹھ رہنے والے اور بادیہ نشین (سب) برابر ہیں۔اور جو بھی ظلم کی راہ سے اس میں کجی پیدا کرنے کی کوشش کرے گا ،اسے ہم درد ناک عذاب چکھائیں گے۔“ (سورة الحج آیت نمبر26پارہ نمبر17)

اور ظاہر ہے کہ سب انسانوں میں مشرکین بھی شامل ہیں۔سورہ التوبہ کی آیت 28میں جو مشرکین کو نجس کہا گیا ہے اس مراد ان کے عقائد اور بد اعمال ہیں ورنہ مشرکین بھی شریفانہ طریق پر حرم میں داخل ہو سکتے ہیں۔اس نتیجہ سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اگر مشرکین کو مسجد حرام میں داخلے سے روکنا درست نہیں تو موحدین کو روکنا کیونکر درست ہو گا خواہ وہ موحد عیسائی ہوں یا یہودی۔

گویا مسجدِ حرام اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے فائدے کے لئے بنائی ہے اور اس سے کسی کو روکا نہیں جا سکتا ۔صرف بد رسوم کی اجازت نہیں دی جائے گی۔کعبہ کا قیام دوبارہ حضرت ابراہیمؑ کے ذریعے عمل میں آیا ان کے پیرکار

عیسائی بھی ہیں ،یہود بھی اور مسلمان بھی۔لہذا وہاں جا کر عبادت کرنے سے کسی کو نہیں روکا جا سکتا۔پابندی صرف مشرکانہ حرکات کی ادائیگی پر ہے ،داخلے پر نہیں۔

قران یا حج تمتع کرنے والااگر قربانی کی توفیق نہ رکھتا ہو تو 10دن کے روزے رکھے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

.....جو بھی عمرہ کو حج سے ملاکر فائدہ اٹھانے کا ارادہ کرے تو (چاہیے کہ) جو بھی اسے قربانی میں میسر آئے (ذ کردے) اور جو (توفیق) نہ پائے تو ،اسے حج کے دوران تین دن کے روزے رکھنے ہوں گے اور سات جب تم واپس چلے جائو یہ دس (دن) مکمل ہوئے۔یہ (اوامر) اس لیے ہیں جس کے اہلِ خانہ مسجد حرام سے پاس رہائش پذیر نہ ہوں ....

(سورۃ البقرہ آیت نمبر

197پارہ 2)

ایام حج میں 3روزے رکھنے سے متعلق کہ یہ روزے کب رکھے جائیں ایک وضاحت ملتی ہے

یہ تین دن یوم الترویہ ،یوم عرفہ اور ایک دن پہلے کا ہو گا یعنی 7.8.9.ذی الحج10کو منع ہے اور ایام تشریف میں بھی رکھے تو بہتر ہے۔373

حجِ بدل

حج کی فرضیت کی شرائط کے بیان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

”اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ (اس کے) گھر کاحج کریں (یعنی) جو بھی اس (گھر) تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔“

(سورۃ ا ل عمران آیت

نمبر98)

لیکن جو شخص خود کسی وجہ سے حج کے لیے مکہ نہ جا سکے مثلا بیمار ہو بوڑھا ہو یا اس کی نیت حج کرنے کی ہو ، مگر حج کرنے سے پہلے وفات پا جائے یا کوئی اور شرعی عذر ہو اور وہ خو دحج کی غرض سے نہ جا سکے تو شریعت نے اس کے لیے گنجائش رکھی ہے کہ وہ اپنی طرف سے خرچ دے کر کسی کو حج بدل کے لئے بھجوائے اس طرح سے اسے حج کا ثواب مل جائے گا کسی کی وفات کے بعد بھی اس کی طرف حج بدل کروایا جا سکتا ہے۔آنحضور ﷺنے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک سے زائد ایسے لوگوں کو اجازت دی کہ وہ حج بدل کر سکتے ہیں۔ذیل میں وہ احادیث بھی پیش ہیں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نذر مانی کہ وہ حج کرے گی ، پھر وہ فوت ہوگئی تو اس کا بھائی رسول کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺنے فرمایا: بتا تو سہی کہ اگر تیری بہن پر قرض ہوتا ،تو کیا تو اسے ادا کرتا ؟ اس نے عرض کیا ہا ں۔آپ ﷺ دنے فرمایا: پس تم اللہ کے عہد کو پورا درو کیونکہ وہ ادئیگی (وفا) کا زیادہ حقدار ہے 374

2ایک عورت نے سوال پیش کیا کہ یا رسول اللہ حج اللہ کے بندوں پر فرض ہے میرے والد بہت بوڑھے ہو گئے ہیں اور سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ہاں 375

3حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت آنحضور ﷺسے دریافت کیا کہ اس کے والد وفات پا گئے ہیں اور انھوں نے حج نہیں کیا تھا ؟آپ ﷺ نے فرمایا ’’تو اپنے والد کی طرف سے حج کر لے ‘‘376

درج بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حج ، بدل شریعت میں جائز قرار دیا گیا ہے اور اس سے اس شخص کو حج کا ثواب پہنچ جاتا ہے جس کی طرف سے حجِ بدل کیا جائے۔

خانہ کعبہ کو امن کی جگہ بنا یا گیا ہے

امن دینے کے لحاظ سے جو خانہ کعبہ کو خصوصیت حاصل ہے اس کی مثال بھی میں دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ وہاں ہر چیز کو امن حاصل ہے یہاں تک کہ جانوروں کو بھی امن حاصل ہے اور ان کا شکا ر منع ہے بلکہ درختوں کا

کاٹنا منع ہے سوائے اذخر گھا س کے انسانو ں کو یہ امن حاصل ہے کہ حدودِ حرم میں لڑائی ممنوع ہے اور پھر انسان کو تقویٰ اور روحانیت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت حاصل ہوتی ہے وہ مزید براں ہے۔377

حج کی مقصدیت

اسلام میں تمام عبادات کی روح اور حکمت تقویٰ اللہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ہر گز اللہ تک نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون لیکن تمہارا تقویٰ اس تک پہنچے گا (سورۃ الحج آیت نمبر38)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عبادت اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں بلکہ اصل اس کی مقصدیت اور روح ہے ، جس کا ثواب ملتا ہے مثلا نماز عظیم الشان عبادت ہے مگر ایک ایسی نماز بھی ہے جو نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے اور قبول نہیں ہوتی اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

پس ان نماز پڑھنے والوں پر ہلاکت ہو ، جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں (سورہ الماعون آیت نمبر5.6)

اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتاہے

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام کی دیکھ بھال کرنا ایسا ہی سمجھ رکھا ہے جیسے کوئی اللہ پر ایمان لے آئے اور آخرت کے دن پر بھی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔وہ اللہ کے نزدیک ہرگز برابر شمار نہیں ہو سکتے (سورۃ التوبہ آیت نمبر19)

عام طور پر قرآ ن کریم میں عبادات کے احکامات کے احکامات میں ایک موٹی بات نظر آتی ہے جو بطور ان عبادات کہ حکمت کے ہے اور وہ حقوق العباد ہے

یعنی جتنی بھی عبادات ہیں وہ حقوق العباد کا سبق اپنے اند ر سمیٹے ہوئے ہیں نماز ہے تو اس لیے کہ لوگو ں سے ملاقات ہو کر ان کے حالات سے آگاہی ہو اور ان کی مدد کی جائے۔روزہ ہے تو اس لیے کہ غرباء اور مسکینوں کی مشکلات سے آگاہی ہو زکوۃ ہے تو اس لیے کہ کمزورں ،ناداروں ،مساکین کو معاشرے میں اپنے پائوں پر کھڑا کیا جا

سکے حج ہے تو اس لیے کہ تمام عالم اسلام کی مشکلات سے آگاہی ہو وسیع پیمانے پر مشورہ کا موقعہ ملے تجارت کے ذریعے ترقی ہو۔

مزید برآں ان تمام عبادات میں کوتاہی یا سستی کی صورت میں جو کفارہ رکھا گیاہے اس کا تعلق بھی حقوق العبادہی سے ہے مثلا کہیں کہا گیا کہ گردن آزاد کرو اتنے مساکین کو کھانا کھلائو وغیرہ۔

اگر یہ تمام عبادات اپنی بنیادی حکمت اور روح سے خالی ہوں یعنی ان کے ساتھ حقوق العباد انسان ادا نہ کررہا ہو تو یہ عبادات کھوکھلی ہو جاتی ہیں اور خدا تعالیٰ تک تو جسم نہیں پہنچتا دبلکہ روح پہنچتی ہے آنحضور ﷺ ہمارے لیے اسوہ کامل ٹھہرائے گئے ہیں آپ ﷺ ہی کی سیرت سے ہمیں یہ سبق سیکھنا چاہیے کہ آپ ﷺ نے جتنی بھی عبادات کیں ان کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی میں آپ ﷺ بڑھتے ہی چلے گئے اسی وجہ سے تو نہ صرف اپنے بلکہ پرائے بھی آپ ﷺ کے دیوانے بن بن جاتے تھے اور آپ ﷺ پر اپنی جان تک نچھاور کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے

گویا تمام عبادات کی بنیاد تقویٰ اللہ پر ہے اگر بنیادی ہی نہ ہو تو عمارت بھی قائم نہیں رہ سکتی ذیل میں ایک واقعہ کے ذریعے اس مضمون کو واضع کیا جاتاہے

نقل ہے کہ ایک دفعہ حج سۓ فارغ ہو کر آپ (یعنی حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ)حرم میں ہی سو گے خواب میں دیکھتے ہیں کہ دو فرشتے آسمان سے آئۓ ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اس سال کتنی خلوت حج کے لیے آئی دوسرے نے کہا چھ لاکھ پھر پوچھا کتنے لوگوں کا حج قبول ہوا دوسرے نے جواب دیا کہ کسی کا بھی حج قبول نہیں ہو ا یہ سن کر آپ گھبرائے کہ اس قدر خلقت کی تمام سفر کی تکلیفیں اور اخراجات سب اکارت گئے اس کے بعد دوسرے فرشتے نے کہا کہ دمشق میں ایک شخص علی بن موفق نام ایک موچی رہتا ہے اگرچہ وہ حج کو نہیں آیا لیکن اس کا حج قبول ہو گیا اور یہ ساری خلقت محض اس کے طفیل بخشی گئی یہ خواب دیکھ کر آپ جاگے اور دمشق میں جاکر علی بن موفق موچی کی زیارت کا ارادہ کر کے چل پڑے وہاں پہنچ کر اس کے گھر جا کر پکارا۔علیک سلیک کے بعد فرمایا کہ مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے اس نے کہا کہ فرمایئے تب آپ نے سارا خواب کا واقعہ بیان کیا علی نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے آپ نے کہا کہ عبد اللہ بن مبارک۔نام سن کر وہ شخص نعرہ مار کر بے ہوش ہو گیا۔جب کچھ عرصہ بعد ہوش آیا تو

کہا کہ میں نے حج کے ارادہ سے ساری عمر میں چڑ ا سی کر تیس ہزار درہم جمع کیے میں حج کے لیے بالکل تیار تھا کہ ایک دن میری بیوی نے کہاکہ ہمسائے کے گھر سے گوشت پکنے کی خوشبو آرہی ہے۔ذرا سا لے آئو۔چنانچہ میں ان کے گھر گیا اور تھوڑا سا سالن طلب کیا اس نے کہا کہ یہ گوشت تم پرحلال نہیں ہے کیونکہ سات دن کے فاقہ کے بعد بچو ں کی بھوک سے بے تاب ہو کر آج تھوڑا سا مردار پکایاہے،جو تم پر حلال نہیں ہے ،یہ سن کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔فوراً کر تیس ہزار درہم لیے اور ہمسائے کو دے دیئے تا کہ وہ اپنے بال بچوں پر صرف کرے۔یہ واقعہ سن کر آپ نے کہا کہ واقعی فرشتوں نے سچ کہا تھا 378

حضرت مصلح موعودؓنے حج کی مقصدیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے

حج میں بھی جب تک تقویٰ اور خشیتہ اللہ کو مد نظر نہ رکھا جائے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا میں جب حج کرنے کے لیے گیا تو سورت کے علاقہ کے ایک نوجوان تاجر کو میں نے دیکھا کہ جب وہ منیٰ کی طرف جا رہا تھا تو بجائے ذکر الٰہی کرنے کے اردو کے نہایت ہی گندے عشقیہ اشعار پڑھتا جارہا تھا۔اتفاق کی بات ہے کہ جب میں واپس آیا تو جس جہاز میں میں سفر کررہا تھا اسی جہاز میں وہ بھی واپس آرہا تھا ایک دن میں نے موقع پا کر اس سے پوچھا کہ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ حج کے لیے کیوں آئے تھے۔مَیں نے تو دیکھا ہے کہ ااپ منا کو جاتے ہوئے بھی ذکر الٰہی نہیں کر رہے تھے۔اس نے کہا اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں حاجی کی دوکان سے لوگ سودا زیادہ خریدا کرتے ہیں جہاں ہماری دوکان ہے اس کے با لمقابل ایک اور شخص کی دوکان بھی ہے وہ حج کر کے گیا اور اس نے اپنی دوکان پر حاجی کا بورڈ لگا لیا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے گاہک بھی ادھر جانے لگ گئے یہ دیکھ کرمیرے باپ نے مجھے کہا کہ تو بھی حج کر آتا کہ واپس آکر تو بھی حاجی کا بورڈ اپنی دوکان پر لگا سکے اب بتائو کہ کیا اس کا حج اس کے لیے ثواب کا موجب ہوا ہو گا ثواب کا تو کیا سوال ہے اس کا حج اس کے لیے گناہ کاموجب ہوا ہو گا پس انسان کو اپنے تمام کاموں میں ہمیشہ یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اچھے سے اچھا کام کرنے میں بھی خدا تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھے ورنہ وہی نیک اس کے یے ہلاکت اور عذاب کا باعث بن جائے گی بے شک حج ایک بڑی نیکی ہے لیکن اگر کوئی شخص محض اس لیے حج پر جاتا ہے کہ اس کا لوگوں میں اعزاز بڑھ جائے یا رسم ورواج کے ماتحت جاتاہے یا اس لیے جاتا ہے کہ لوگ اسے حاجی کہیں تو وہ اپنا پہلا ایمان بھی مٹا کر آئے گا۔379

موجودہ زمانے میں حج کی ادائیگی سب سے بڑی نیکی ہے

حج ارکان ، اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے جس کی طرف اسلام نیلوگوں کو توجہ دلائی ہے و ہ لوگ جنھیں اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت عطا فرمائی ہواور جن کی صحت سفر کے بوجھ کو برداشت کر سکتی ہو ان کا فرض ہے کہ وہ اس حکم پر عمل کریں اور حج ِبیت اللہ کی برکات سے مستفیض ہو ں میں سمجھتا ہوں آج کل کے امراء کے لیے سب سے بڑی نیک حج ہی ہے کیونکہ باوجو د مال و دولت کے وہ کبھی حج کے لیے نہیں جاتے اور جو لوگ حج پر جاتے ہیں ان میں سے اکثر ایسے ہوتے ہیں جن پر حج واجب نہیں ہوتا۔جب میں حج کے لیے گیا تو ایک حاجی میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کچھ مانگا حضرت نانا جان صاحبؒ مرحوم میرے پاس تھے انہوں نے اسے کہا کہ اگر تمہارے پاس کچھ نہیں تھا تو تم حج کے لیے آئے کیوں ؟ وہ کہنے لگا میر ے پاس بہت روپے تھے مگر سب خرچ ہو گئے حضرت نانا جان نے پو چھا کہ کتنے روپے تھے وہ کہنے لگا جب میں بمبئی پہنچا تھا تو میرے پاس پینتیس 35روپے تھے اور میں نے ضروری سمجھا کہ حج کر آئوں تو وہ پینتیس 35رپوئوں کو ہی بہت سمجھتا تھا مگر مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو 35ہزار بلکہ 35.35لاکگ روپے رکھتے ہیں اور پھر بھی وہ حج کے لے نہیں جاتے۔لیکن غرباء میں بہت حاجی نظر آتے ہیں ایک شخص ساری عمر تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع کرتا رہتا ہے اور جب چند سو روپیہ اس کے پاس اکٹھا ہو جاتا ہے تو وہ تمام عمر کا اندروختہ لے کر حج کے لیے چل پڑتا ہے حالانکہ اسی روپیہ پر اس کے بیوی بچوں کی آیندہ زندگی کا مدار ہوتا ہے وہ اگر اس روپے سے اچھے بیل خرید لے یا کچھ ایکڑ زمین لے لے تو اس کے بیوی بچوں کے لیے سہولت پیدا ہو سکتی ہے۔لیکن وہ اس بات کی کوئی پر واہ نہیں کرتا اور روپیہ اٹھاتا اور حج کے لئے چل پڑتا ہے تو امراء کے لئے سب سے بڑی نیکی حج ہے ، کیونکہ وہ حج میں سب سے زیادہ کوتاہی کرتے ہیں۔380

ایام حج کا تعارف اصطلاحا

1: 8ذی الحجہ : حج کا پہلا دن اصطلاح میں یوم الترویہ کہلاتا ہے لغوی طور پر ترویہ کا مطلب پانی پینا اور پیٹ بھر کر پینا ہے یعنی خوب سیر ہو کر پینا اس روز لوگ اپنی سواریوں کو (جانوروں) خوب پیٹ بھر کر پانی پلا یا کرتے تھے ،تا کہ آگے کے سفر میں کوئی دقت نہ ہو کیونکہ منی سے آگے عرفات تک اور پھر عرفات سے واپسی پر منیٰ تک

پانی کا کوئی انتظام نہ تھا لہذا لوگ اپنے لیے بھی پانی لیا کرتے اور جانوروں کو بھی پلایا کرتے ، لہذا اس دن کو یوم الترویہ کہا جانے لگا۔

2 : 9ذی الحجہ کا دوسرا دن اصطلاح میں یوم عرفات یا یوم الحج کہلاتا ہے کیونکہ اس روز حجاج منی سے عرفات پہنچتے ہیں جو مناسک حج کی ادائیگی کا سب سے دور مقام ہے اور اس دن حج کا ایک اہم رکن یعنی وقوف عرفات ادا کیا جاتا ہے

3 :١٠ذی الحجہ حج کا تیسرا دن اصطلاحا یوم النحر کہلاتا ہے کیونکہ اس دن حجاج اپنی قربانیوں کو ذبح کرتے ہیں اور عربی میں ذبح کرنے کو نحر کہتے ہیں۔

:4 11.12.13. ذی الحجہ یہ حج کے تین ایام اصطلاح میں ایام تشریق کہلاتے ہیں تشریق عربی میں گوشت کو سورج کی روشنی میں رکھ کر سکھانے کو کہتے ہیں چونکہ قدیم دور میں عید الاضحی کے روز اور بعد کے دو دنوں میں قربانیاں ذبح کی جاتی تھیں اور لوگ ان 3ایام میں گوشت کو سورج کی روشنی میں سکھاتے تھے ،اس لیے ان ایام کو ایام تشریق کہا جانے لگا

ایامِ حج ،طریقِ حج اور مناسک حج ایک نظر میں

8ذی الحجہ یوم الترویہ

9ذی الحجہ یوم عرفات /یوم الحج

10ذی الحجہ یوم النحر

11ذی الحجہ

ایام

12ذی الحجہ

تشریق

احرام کی حالت میں مکہ سے منی کو روانگی

فجر کی نماز منیٰ میں ادا کر کے عرفات کو روانگی

مزدلفہ میں فجر کی نماز اور وقوف کے بعد منیٰ کو روانگی

منیٰ میں رمی کرنا زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک

منیٰ میں رمی کرنا زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک

منیٰ میں آج کے دن

زوال کے بعد وقوفِ عرفات

پہلے :بڑے شیطان کی رمی

پہلے : چھوٹے شیطان کی

پہلی۔: چھوٹے شیطان کی

ظہر۔عصر۔مغرب۔عشاء پڑھنی ہیں

ظہر ،عصر کی نمازیں عرفات میں پڑھنی ہیں

پھر قربانی کرنا

پھر : درمیانے شیطان کی رمی کرنا ہے

پھر درمیانے شیطان کی

رات منیٰ میں قیام کرنا ہے

غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ کو روانگی

پھر سر کے بال منڈوانا یا کتروانا اور احرام کھولنا

طواف زیارت اگر کل نہیں کیا تھا تو آج کیا جائے

پھر بڑے شیطان کی رمی کرنا ہے

مزدلفہ میں عشاء کے وقت مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرنی ہیں

پھر طواف زیارت کے لیے مکہ جانا

رات منیٰ میں قیام کرنا ہے

طواف زیارت اگر نہیں کیا تھا تو آج مغرب سے پہلے ضرور کیا جائے

رات مزدلفہ میں قیام کرنا ہے

رات منیٰ میں قیام کرنا ہے

اگر 13 کو قیام کاارادہ ہو تو زوال سے پہلے کنکریاں ماری جا سکتی ہیں وطن روانگی سے پہلے طواف وداع کرنا بھی ضروری ہے۔

تشریح اصطلاحات

مفرد : جس نے محض حجِ افراد کی نیت کی ہو۔

قارِن : جس نے عمرہ و حج کی نیت کی سے اکٹھا احرام باندھا ہو۔

متمتع : جس نے تمتع کی نیت کی ہو۔

میقات : مکہ معظمہ کے گرد وہ مقامات جہاں سے حاجی احرام باندھ کر ہی آگے جا سکتے ہیں

احرام : احرام لغت میں حرام کرنے کو کہتے ہیں حاجی جب میقات سے حج کی نیت کر لیتا اور تلبیہ پڑھ لیتا ہے تو اس پر چند حلال اور جائز چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔اس لیے اس کو احرام کہتے ہیں۔

مردوں سے احرام میں دو بے سِلی چادریں ہوتی ہیں۔ایک تہبند کا کام دیتی ہے دوسری چادر کندھوں پر ڈالی جاتی ہے۔جبکہ عورتیں اپنے عام سادہ کپڑوں میں حج ادا کرتی ہیں۔

تلبیہ:وہ وِرد جو حج اور عمرہ کے دوران حالتِ احرام میں کیا جا تا ہے۔اس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک انّ الحمد وا لنعمۃ لک و الملک لا شریک لک لبیک

ترجمہ: میں حاضر ہوں اے میرے اللہ میں حاضر ہوں۔میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں ،تیرا کوئی دشریک نہیں ، میں حاضر ہوں۔یقینا تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں اور ملک بھی تیرا کوئی شریک نہیں ،میں حاضر ہوں۔

طواف : خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانے کوطواف کہتے ہیں۔ہر چکر کو اصطلاح میں ''شوط''کہتے ہیں طواف حجر اسود سے شروع کیا جاتا ہے

رَمَل:طواف سے پہلے 3 چکروں میں کندھا ہلاتے ہوئے ،قریب قریب قدم رکھ کر تیزی تیزی سے چلنا رَمَل کہلاتا ہے۔

اضطباع : احرام کی اوپر والی چادر کو دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا اس طرح دایاں کندھا ننگا رہتا ہے۔

سعی:صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان سات مرتبہ چکر لگانا۔سعی صفا سے شروع کی جاتی ہے۔

مَیلَین اَخضرَین : صفا اور مروہ کے درمیان وہ سبز ستون ،جن کے درمیان حاجی کو عام رفتار سے تیز چلنا ہوتا ہے

جِماد کی واحد جمرہ ہے جمرہ کنکری کو کہتے ہیں یہاں جمرات سے مراد وہ 3ستون ہیں،

رمیِ جماد :جو منیٰ میں ہیں جن کو جمرۃ الاولیٰ،جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ العقبۃ کہا جاتا ہے ان جمرات (ستونوں) پر مختلف اوقات میں 7.7 کنکریاں ماری جاتی ہیں۔جسے رمی جمار کہتے ہیں جمروں کو لوگ عرفِ عام میں " شیطان "کہتے ہیں۔

نحر : (اونٹ کی) یا کسی بھی جانور کی قربانی دینا۔

استلام: حجر اسود کو بوسہ دینا اور ہاتھ سے چھونا۔اگر ناممکن ہو تو دور سے اشارہ کر کے بوسہ دیناَ

حجر اسود : وہ سیاہ پتھر جو خانہ کعبہ کے جنوب مشرقی کونے میں لگا ہوا ہے

رُکنِ یمانی: خانہ کعبہ کا جنوب مغربی کونہ رُکنِ یمانی کے نام سے جانا جاتا ہے۔جو یمن کی سمت پر واقع ہے۔

مقامِ ابراہیم : خانہ کعبہ کے مشرق کی طرف ایک پتھر رکھا ہوا ہے ، جسے مقامِ ابراہیم کہا جاتا ہے۔روایات کے مطابق حضرت ابراہیم نے اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کعبہ فرمائی تھی

حطیم : کعبہ کی شمالی دیوار کے متصل ایک گول دیوار میں گھرا ہوا احاطہ ، جو خانہ کعبہ کا حصہ ہے اسے حجرِ اسود اسمٰعیل بھی کہا جاتا ہے۔

آفاقی:ایسا شخص جو حج کی نیت سے حدودِ میقات سے باہر سے آیا ہو۔

اہل حِل : وہ لوگ جو میقات کی حدود کے اندر حدود حرم سے باہر رہتے ہیں

اہلِ حرم: مکہ اور حرم میں بسنے والے لوگ۔

ہدی: وہ جانور جو احرام باندھ کر حاجی بغرض ثواب اپنے ساتھ لے جاتے ہیں

حلق: سر منڈوانا

قصر : بال تر شوانا

تقلید: قربانی کے جانور سے گلے میں پٹہ یا قلادہ باندھنا

تلبید : لیس درا مادے کا سر پر اس طرح لیپ کرنا کہ کوئی حصہ بھی اس مادے سے خالی نہ رہے اور نہ ہی سر کے بالوں میں گردو غبار پڑے ،جوئیں نہ پڑیں اور نہ ہی بال بکھریں۔

منحر : منیٰ میں قربانی کی جگہ

محرم: احرام باندھنے والا

وقوف: اس کے معنے ہیں ٹھہرنا۔اصطلاحِ شریعت میں عرفات ، مزدلفہ اور منیٰ میں حاجیوں کا ہدایات کے مطابق قیام کرنا۔

زمزم: یہ ایک مبارک کنویں کا نام ہے ، جو کعبہ کے قریب ، مسجد حرام کے اندر ہی واقعہ ہے۔

جنایت : اس کے معنی خطا اور قصور کے ہیں۔مقصود یہ ہے کہ کوئی ایس کام کرنا جو حرم یا احرام میں ممنوع ہو۔

اِشعار:اونٹوں کی کہان پر برچھی یا نیزے سے ہلکا سا نشانِ زخم لگاناتا کہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ یہ جانو ر قربانی کے لیے ہے۔

ملتزم : کعبہ کا وہ حصہ جو حجر اسود اور کعبہ کے دروازے کے درمیان ہے

میزابِ رحمت : خانہ کعبہ کا طلائی پرنالہ ”میزابِ رحمت “کہلاتا ہے ، جو حطیم میں گرتا ہے۔

تکبیر:10ذی الحج کو جمرہ عقبہ پر کنکر یاں مارنے کے بعد سے تلبیہ کی جگہ تکبیرات پڑھی جاتی ہیں جو یہ ہیں۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد

یعنی اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے ، اس ے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ،اوراللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے ،اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔

حج کی 3اقسام (اصطلاحات)

حجِ افراد: عمرہ کے بغیر صرف حج ادا کرنا ، حج افراد کہلاتا ہے ایسے شخص کے لیے جو حج افراد اد ا کررہا ہو ، ضروری ہے کہ وہ ایام حج کے آغاز میں احرام باندھے ار 10ذی الحجہ کو رمی کے بعد احرام کھول ڈالے۔اس میں قربانی کی ضرورت نہیں ہوتی یعنی فرض نہیں ہے۔

حج تمتع

اس کی تشریح یہ ہے کہ حج کے مہینو ں میں سب سے پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ پہنچ کر عمرہ ادا کرے اور حج کی ادائیگی کے بعد 10ذی الحصنہ کو رمی کے بعد احرام کھول دے۔تمتع کے معنے فائدہ اٹھانے کے ہیں حج کرنے والاایک ہی سفر سے دو فائدے اٹھاتا ہے حج تمتع کرنے والے لے لیے قربانی ضروی (فرض ہے) اگر قربانی نہ کر سکے تو قرآنی تعلیم کے مطابق دس روزے رکھے۔

3حج کے دنوں میں اور7روزے واپس گھر آکر پورے کرے۔

حج قِران:

یعنی شروع میں عمرہ اور حج دونوں کا اکٹھا احرام باندھے یعنی حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرے ہوئے تلبیہ کہے اس طرح احرام باندھنے والا مکہ پہنچ کر پہلے عمرہ کرے گا اس کے بعد احرام ہہیں کھولے گا بلکہ اسی احرام باندھا تھا اسی طرح دسویں ذی الحجہ کو دونوں کا اکٹھاہی احرام کھولیگا۔اس قسم کا حج کرنے والے کے لیے قربانی ضروری(فرض) ہے اگر قربانی میسر نہ ہو تو اسے بھی دس روزے رکھنے ہوں گے۔3ایام حج میں اور 7اپنے گھر واپس پہنچ کر۔

عمرہ :

اس سے مراد حج کے کچھ مناسک کی ادائیگی ہے جو یہ ہیں احرا م طواف ، سعی اورحلق یا قصر۔عمرہ سال کے دوران کسی بھی وقت ہو سکتاہے۔

حج اکبر (اصطلاحاتِ حج)

حج اکبر عام طور پر اس حج کو کہتے ہیں جو جمعہ کو ہو مگر اس جگہ مراد اس حج سے ہے جو فتح مکہ کے دوسرے سال ہو ا اور اسے حج اکبر اس لیے کہا گیا ہے کہ پہلے سالوں میں حج کفار کی حکومتوں میں ہوئے تھے مگر یہ حج پہلا حج تھا جو اسلامی حکومت میں ہوا۔381

حج اور عمرہ کی دعائیں

موجودہ دور میں حج سے متعلق چھپنے والی تقریبا ہر کتاب میں ایک عنوان حج اور عمرہ کی دعائیں بنا کر اس ذیل میں بڑی تفصیل کے ساتھ دعائیں تحریر کی جاتی ہیں مثلا طواف کے 7چکروں میں ہر چکر کے لیے علیحدہ دعا تحریر کی ہوئی ہوتی ہے ملتزم کی دعا ، مقام ابراہیم کی دعا ، آب ِزم زم پینے کی دعا ، سعی کی دعا وغیر ہ اس کے علاوہ تحریر ہوتی ہیں

اس عنوان کی وضاحت میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی تحریر کرتے ہیں کہ یہ دعائیں ہم نے ایک عربی کتاب ”مناسک الحج علی المذاھب الاربعہ“سے نقل کی ہیں یہ کتاب سعودی عرب کے فرمانروا سلطان عند العزیز ابن سعد نے 1366ھ حاجیوں کے لیے چھوائی تھی ڈائر یکٹر تعلیمات شیخ محمد نافع اور قاضی القضاۃ شیخ عبد اللہ بن حسن نے مرتب کیا تھا 382

اس عنوان سے متعلق یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ یہ تمام دعائیں آنحضور ﷺ نے اپنے حج کے دوران ان الفاظ میں مانگی تھیں آنحضور ﷺ کی دعائیں زیر نظر مقالے کے باب پنجم میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں درج بالا کتا ب کی وضاحت کے مطابق یہ دعائیں عام علما ء نے قرآن و حدیث سے اخذکر کے اس کے مواقع اپنی طرف سے مخصوص کیے ہیں لہذا اس کی پیروی کی ضرورت نہیں۔

ویسے بھی یہ تمام دعائیں یاد کرنا مشکل ہے اور دیکھ کر پڑھنے سے توجہ صرف پڑھنے تک ہی محدود رہتی ہے اس کے معانی پر غور کرکے جو دل میں توجہ الی اللہ اورخشوع پیدا ہونا چاہیے وہ حالت نصیب نہیں ہوتی۔

دعا کا تعلق تو دلی کیفیات کے ساتھ ہے انسان جس رنگ میں بھی چاہے اپنی زبان میں بھی دعا کر سکتا ہے یا عربی جو دعا اسے آتی ہو اس کے معانی سے آگاہ ہو وہ تمام دعائیں کسی بھی موقع پر جہاں کہیں یا د آئیں کر سکتا ہے ۔

متفرقات

1: واذکرواللہ فی ایام معدودات ..... (سورۃ البقرۃ آیت نمبر203)

ایام معدودات سے مراد ایام منیٰ ہیں اور یہی ایام تشریق بھی ہیں اور یہی رمی جمار کے دن بھی ہیں یہ دو یا تین دن یوم النحر کے بعد ہیں فمن تعجل کے تحت جو دو دن میں جلدی جانا چاہیے وہ یوم النحر کے ساتھ مل کر 3دن پورے کر لے گا اور 49 کنکریاں مارے گا جبکہ اگر کوئی ایام منیٰ میں سے یوم النحر کے بعد تیسرے دن بھی ٹھہر نا چاہے تو پھر وہ 70 کنکریاں پوری کرے گا اور وہ 4دن ایام منیٰ کے ہوں گے۔

2یہاں پر حاجی مخاطب ہیں کہ رمی کے وقت تکبیر پڑھیں اور رزق عطا ہونے پر ہر نماز کے بعد بھی تکبیر پڑھا کریں ۔

3:ذکر سے مراد رمی کے وقت اور نمازوں کے بعد تکبیر پڑھنے کا حاجیوں کو حکم ہے ،تلبیہ کا نہیں۔

4:تکبیرات پڑھنے کا وقت :احضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عبادؓ کے نزدیک تکبیرات عرفات کے دن فجر سے ایام تشریق کے آخری دن عصر تک پڑھی جائیں گی۔

۲:جبکہ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تکبیرات پڑھنے کا وقت یوم عرفات کی فجر سے یوم النح کی عصر تک ہے۔

5:تکبیرات کے الفاظ یہ ہوں گے :

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد

جبکہ یہ الفاظ بھی کافی سمجھے گئے ہیں لا الہ الا اللہ وا للہ اکبر و للہ الحمد

6:رمی جمار میں یوم النحر کو صرف جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماری جاتی ہیں جس کا وقت طلوع شمس کے بعد زوال سے پہلے تک ہو تا ہے جبکہ باقی دنوں میں تینوں جمروں کو زوال کے بعد سے لے کر غروب سے پلے تک کنکریاں مارنی ہوتی ہیں۔

7:اگر کسی نے رمی نہ کی یا تین سے زائد کنکریاں رہ گئی تو اس کے ذمے بطور کفارہ "قربانی" واجب ہو گی۔

8:جو کو ئی ایام تشریق میں منیٰ میں رات بسر نہ کرے ،تو اس پر بھی قربا نی دینا واجب ہے کفارہ کے طور پر ،سوئے "سقایۃ الحاج" کے (یعنی جو حاجیوں کو پانی پلانے پر مامور ہیں ان پر منیٰ میں رات گزارنا ضروری نہیں)383

حج سے متعلق مضمون میں اگر

حضرت مصلح موعودؓ کی کتاب تفسیر کبیر

سے استفادہ نہ کیا جائے تو کفرانِ نعمت ہو گا۔آپ کی بیان کردہ تفسیر سے چیدہ چیدہ مضامین درج کیے جاتے ہیں ان مضامین کے مطالعہ سے جہاں حج کے مضمون پر روشنی ملتی ہے وہاں حضرت مصلح موعودؓ کی تحقیق اورنورِ فراست کا بھی اقرار کرنا پڑتا ہے۔

ان اصفا و المروہ من شعائر اللہ فرماتاہے کہ صفا اور مر و ہ دونوں پہاڑیاں یقینا اللہ وہ پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حج اور عمرہ میں خانہ کعبہ کے طواف کے بعد سعی کی جاتی ہے اور سات دفعہ چکر لگایا جاتا ے بعض نے کہا ہے کہ چودہ دفعہ دوڑنا چاہیے جگر یہ کمزور خیال ہے اصل میں سات دفعہ ہی سعی ہے اور یہی رسول کریم ﷺ سے ثابت ہے صفا سے شروع کر کے مروہ پر جاتے ہیں اور وہاں سے صفاپر آتے ہیں یہ سعی چونکہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیلؑ کی یاد گار ہے اس لیے یہ پہاڑیا ں اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا نشان ہیں حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنی بیوی ہاجرہ اور بچے اسمعیل کو عرب کی بے آب و گیا وادی میں چھوڑ آئو چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اس حکم کی تعمیل کی اور حضرت ہاجرہؓ اور اسمعیلؑ کوانھوں نے خانہ کعبہ کے پاس لا کر بسادیا جہاں پانی کا ایک قطرہ اورگھاس کی ایک پتی تک نہ تھی صرف ایک ،مشکیزہ پانی اور ایک تھیلی کھجوروں کی آپ نے انہیں دی اور پرنم آنکھوں کے ساتھ اللہ تعالی سے دعائیں مانگتے ہوئے رخصت ہو گئے جب پانی ختم ہواتو حضرت امعیلؑ کو پیاس لگی اور اآخر شدت پیاس کی وجہ سے وہ تڑپنے

لگ لئے حضرت ہاجرہ سے ان کی پیاس کی تکلیف دیکھی نہ گئی اور وہ پانی کی تلاش میں ادھرادھر دوڑیں مگر پانی نہ ملا قاریب ہی صف پہاڑی تھی وہ دوڑکر اس پر چڑھ گئیں کہ شاید کوئی شخص نظرآئے اور وہ اس سے پنی مانگیں مگرجب وہاں سے سے کوی سؤشخص دکھائی نہ دیا تو دوسری پہاڑی مروہ پر دوڑ کر چڑ گئیں اور وہاں سے بھی کوئی نظر نہ آیا تو پھر صفاکی طرف آئیں اور اس طرح انہوں نے سات چکر کاٹے آخری چکر میں‌جب وہ مروہ پر تھیں ان کو ایک آواز آئی حضرت ہاجرہ نے پکار کر کہا کہ اے شخص جس کی یہ آواز ہے اگر تو ہماری مدد کر سکتاہے تو کر یہ آواز اللہ تعالیٰ کے ایک فرشتہ کی تھی اس نے کہا ہاجرہ جا اور دیکھ کہ اسمعیل کے پائوں کے نیچے خداتعالیٰ نے ایک چشمہ پھوڑ دیا ہے چناچہ وہ واپس آئیں اورانہوں نے دیکھا کہ جہاں حضرت اسمعیلؑ شدتِ پیاس کی وجہ سے تڑپ رہے تھے وہاں پانی کا ایک چشمہ پھوٹ رہا ہے اور بڑے زور سے اس میں سے پانی نکل رہا ہے زمزم کا کنواں وہی چشمہ ہے جو حضرت اسمعیلؑ کے لیے معجزانہ طور پر پھوڑا گیا تھا۔ چنانچہ اس چشمہ کی وجہ سے پھر اس قدر ترقی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے وہاں عظیم الشان شہر قائم کر دیا۔ غرض صفا اورمرہ کاذکر کرکے اللہ تعالیٰ نے اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جو لوگ صبر کرتے اور استقامت کے ساتھ خدمت دین میں حصہ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کبھی ضائع نہیں کرتا و ہ ہاجرہ اور اسمعیل کی طرح انہیں اپنے آسمانی نشانات دکھاتا اوردائم زندگی اور غیر معمولی انعامات عطا کرتا ہے اگر تم بھی صبر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ایسے ہی انعامات سے نوازے گااور تمہیں بھی شعائر اللہ میں داخل کردے گا۔

فلا جناح علیہ ان یّطوف بھما چونکہ بعض لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ صفا اور مروہ پر جانا گناہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لا جناح ورنہ یہ مراد نہیں کہ جائو یانہ جائو تمہارا اختیار ہے کیوں کہ حج اور عمرۃ میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی ضروی ہوی ہے اسی طرح فلاجناح کے یہ بھی معنے ہیں کہ طواف جائز ہے کیونکہ جب اس چیز کے متعلق جسے لوگ حرام جائیں فتو ی دیا جائے تو اس وقت اس فقرہ کے معنے صرف اس خیال کی نفی کری ہوتی ہے نہ کہ اس کا جواز بتانا۔ حضرت عائشہؓ کا یہی مذہب تھاکہ طواف ضروری چنانچہ بخاری جلد اول باب وجوب الصفا والمرہۃ وجعل من شعائر اللہ میں حضرت عائشہؓ کے بھانجے عرہ بن زبیر سے ایک رویت مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ اس آیت سے تو یہ معلوم ہوتاہے کہ طواف جائز ہے ضروری نہیں اس پر انہوں نے جواب دیا کہ بئسما قلت یا بن اکتی ان ھذہ لو کانت کما اولتھا علیہ کانت لا جناح علیہ ان لا یطوف بھمایعنی اے میرے بھانجے تو نے یہ بہت ہی

غلط استدلال کیاہے اگر یہ بات اسی رنگ میں ہوتی جیساکہ تم کہہ رہے ہر تو عبارت یوں ہوتی کہ لا جناح علیہ ان لا یطوف بھما اور پھر فرمایا وقد سن رسول اللہ ﷺ الطواف بینھما

فلیس لاحد ان یترک الطواف بینھما آنحضرت ﷺ کی سنت یہی تھی کہ ااپ صفا اور مرہ کا طواف کیا کرتے تھے پس کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس سنت کے خلاف معنی کرے

بہر حال حضرت عروہ بن زبیر جو حضرت عائشہؓ کے بھانجے تھے ان کا یہی مذہب تھا کہ طواف ضروری نہیں اسی طرح حضرت ان عباسؓ حضرت انسؓ عطا اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے طواف ضروری نہیں امام احمد بن حنبل کا یہ مذہب یہ ضروی تو نہیں مگر کسی شخص کو نہیں چاہیے کہ وہ جان بوجھ کر طواف چھوڑے ہاں اگر بلا ارادہ چھوٹ جائے تو کوئی گناہ نہیں مگر مناسب یہی ہے کہ نہ چھوڑے امام شافعی اور مالیؒ کے نزدیک صفا اور مروہ کا طواف واجب ہے اور ارکانِ حج میں سے ہے اور ثور ی اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر کوئی چھوڑ دے اور بغیر طواف کئے حج پوراکرے تو اس پر قربانی لازم ہے حضرت عائشہؓ نے فلا جناح علیہ ان یطوف بھم کہنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ انصار مسلمان ہونے سے پہلے منات بت کے لیے احرام باندھاکرتے تھے جس کی مشلل کے پس لوگ عبادت کیا کرتے تھے اور اس زمانہ میں جو شخص احرام باندھتا وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کو گناہ سمجھا کرتے تھے لیکن اب اس کے متعلق کیا حکم ہے اس پراللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (بخاری کتاب الحج)پس چونکہ اس وقت ایک جماعت ایسی تھی جو صفااور مروہ کے درمیاں طواف کرنے کو جائز نہیں سمجھتی تھی اس لیے اگرکوئی شخص یہ پوچھے کہ اس میں کوئی گناہ تو نہیں تو اس کا جواب یہی ہو گا کہ کوئی گناہ نہیں باقی ہورہا یہ سوال کہ یہ سعی صرف جائز ہے یا واجب تو یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم نے صرف یہ بحث اٹھائی ہے کہ جو لوگ اس کام کو غلطی اور گناہ قرار دیتے ہیں وہ درست نہیں کہتے ورنہ رسول کریم ﷺ کی سنت سے اس کا ضروری ہونا ثابت ہے پس لا جناح علیہ ان یطوف بھما کے یہ معنے نہیں ہیں کہیہ کام اختیاری ہے کوئی کرے یا نہ کرے بلہ درحقیقت یہ نصیحت کا ایک طرق ہے کہ جب کسی ضروی بات کی طرف انسان توجہ نہ کرے تو کہتے ہیں کہ یہ بات گناہ نہیں۔یعنی تم نے جو ادھر توجہ نہیں کی تو شاید گناہ سمجھ کرنہیں کی حالانکہ یہ توضروری بات تھی ان معنوں کو سورہ نساء کی یہ آیت بالکل حل کر دیتی ہے کہ وان امراۃ خافت من بعلھا نشوزااو اعراضا فلاجناح علیما ان یصلحا بینموٗھما صلحا والصح خیر(نساء آیت 12)

یعنی اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے نشوز یا اعراض سے ڈرتی ہو تو اگر وہ آپس میں کسی طریق پر صلح کرلیں تو اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں اور صلح بہت اچھی چیز ہے اس آیت میں فلا جناح علیہما کے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کا بھی یہی مطلب ہے کہ میاں بیوی سوچیں کہ صلح سے رہنا کوئی گنا ہ نہیں اور اگر عورت کے قصور کی وجہ سے مرد کو غصہ ہے تو وہ چھوڑدے اور اگر عورت کا۔قصور نہیں تومرد اپنی اصلاح کر لے پس جس طرح اس آیت میں صلح کے متعلق فلا جناح کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اسی طرح فلا جنا ح کے الفاظ ستعمال کئے گئے ہیں اسی طرح فلاجناح علیہ ان یطوف بھما میں جہاں اسے ناجائز سمجھنے والوں کے خیال کی نفی کی گئی ہے کہ صفا اور مروہ کا طواف کوئی گناہ کی بات نہیں یعنی تم جو اسھر توجہ نہیں کر رہے تو شاید گنا ہ سمجھ کر نہیں کررہے حالانکہ یہ تو ضروری بات ہے

ومن تطوع خیر ا میں اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ اگر کوئی شخص نیکی کے کاموں میں اس لئے حصہ لیتا ہے کہ ان کے بدلہ میں اسے کوئی چیز مل جائے تو یہ ایک سودا ہے اور اللہ تعالیٰ سے سودا کرنا کوئی پسندیدہ فعل نہیں۔عبادت تو انسان کو اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کے شکر کے طور پر بجا لانی چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر کئے ہیں نہ اس لئے کہ اگر میں نے عبادت نہ کی تو مجھے کوئی انعام نہیں ملے گا عبادت کے مقابلہ میں انعام کی خواہش ایک ادنی خواہش ہے اصل مقام یہی ہے کہ انسان محض اللہ تعالیٰ کی اضا اور اس کے بے پایاں احسانات کے شکر کے طور پر اپنا سر اس کے حضور جھکائے اور رات دن اس کی عبادت میں مشغول رہے یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ ومن تطوع خیر ا کے الفاظ سے وجوب طواف کی نفی نہیں کی گئی بلکہ مراد یہ ہے کہ عمرہ جتنی بار کرو اتا ہی زیادہ ثواب ملے گا اسی طرح حج بھی اگرایک سے زیادہ دفعہ کر سکو تو یہ بھی تمہارے لیے موجب ثواب ہو گا گویا اس آیت میں وجوبِ طواف کی نفی نہیں بلکہ یہ تحریک کی گئی ہے کہ حج اور عمرہ دونوں بار بار کرنے چاہیں ار باربار ان مقامات مقدسہ کی ایارت کے لیے آتے رہنا چاہیے۔

فان اللہ شاکر علیم فرمایاتم خداتعالیٰ سے سودانہ کروبلکہ اسی پر سچا توکل رکھو وہ تمہاری نیکیوں کو ضائع نہیں کریگا اور تمہیں خود ان کی بہتر سے بہتر جزادے گا و ہبہت قدر دان اور بہت جاننن والا ہے شاکر کے ساتھ علیم کا اضافہ اس لئے فرمایا کہ انسان کو جو جزائیں ملتی ہیں ان کی کئی اقسام ہیں بعض جزائیں انسان کو تباہ کر دینے والی ہوتی ہیں اگر کسی اندھے کو عینک لگانے کے لیے دی جائے یا کسی جزامی کو اچھے کپڑے دے دیئے جائیں تو وہ چیزیں اس کے کام نہیں

آسکتیں۔خواہ وہ کتنی قیمتی کیوں نہ ہوں اسی لیے فرمایا میں تمہارے حالات کو خوب جانتا ہوں انہی کے مطابق میں تمہیں انعام دوں گا اور تمہیں ایسی جزا دوں گا جو تمہیں دائمی طور پر فائدہ پہنچانے والی ہو گی۔384

یہاں سے حج اور عمرہ کے احکام کا آغاز ہوتا ہے۔حج اسلامی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔اور ہر شخص جو بیت اللہ کا حج کرنا چاہے۔اس کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ میقات اُن مقامات کو کہتے ہیں جہاں پہنچنے پر اسلامی ہدایات کے مطابق حاجیوں کو احرام باندھناپڑتا ہے مدینہ منورہ کی طرف سے آنے والوں کے لیے ذو الحلیفہ شام کی طرف آنے والوں کے لیے جحفہ ، عراق کی طرف سے آنے والوں کے لیے ذاتِ عرق ،نجد کی طرف سے آنے والوںکے لیے قرن المنازل اور یمن کی طرف سے اانے والوں کے لیے یلملم میقات مقرر ہیں پاکستان سے جانے والوں کے لیے یلملم ہی میقات ہے اور حا جیو ں کو جہاز میں ہی احرام باندھنا پڑتا ہے جو لوگ ان میقات کے اندر رہتے ہوںانہیں احرام کے لیے با ہر جانے کی ضرورت نہیں وہ اپنی اپنی جگہوں سے ہی احرام باند سکتے ہی احرام کا طریق یہ ہے انسان حجامت بنوا کر غسل کرے خوشبو لگائے اور اس کے بعد سلے ہوئے کپڑے اتار کر ایک چادر تہبند کے طور پر کمرسے باندھ لے اور دوسری چادر جسم کے اوپر اوڑھ لے اور سے کو ننگا رکھے اور دو رکعت نفل پڑھے اور اس کے بعد اپنے اوقات کا اکثر حصہ تکبیر اور تلبیہ اور تسبیح و تحمید میں بسر کرے اور بار بار

لبیک الھم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد و النعمۃ لک والاملک لا شریک لک لبیک

کہتا رہے ہر نماز کے بعد خصوصیت کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ تلبیہ کہنا چاہیے محرم کے لیے سلے ہوئے کپڑے یعنی قمیض شلوار پاجامہ یا کوٹ وغیر ہ پہنا سر کو ڈھانپناجرابیں پہننا خوشبوع لگانا خشبوع دار رنگوں سے رنگے ہوئے کپڑے سر منڈوانا ناخن اتارنا جوئیں نکالنا یا انکو مارنا جنگل کے کسی جانور کا شکار کرنا شکارکے جانور کو ذبح کرنا کسی کو شکارکے لیے کہنا یا کسی شکاری کیمدد کرنا ،شہوانی تعلقات قائم کرنا یا شہوانی گفتگو کرنا فحش کلامی کرنا یا فحش اشعار پڑھنا فسق و فجور اور لڑائی جھگڑے میں حصہ لینایہ سب امور ناجائز ہوتے ہیں البتہ محرم غسل کرسکتاہے محرم عورت کے لیے بھی ان ہدایات کی پابندی ضروری ہے البتہ اسے بے سلے کپڑے پہننے کی ضروت نہیں اسے اپنا معمولی لباس یعنی قمیص پا جامہ اور دوپٹہ ہی رکھنا چاہیے البتہ وہ برقعہ نہیں اوڑھ سکتی۔

جب حاجی حدود حرم میں داخل ہو (یعنی مکہ معظمہ اور اس کے ارد گرد کے علاقہ میں جو حرم کہلاتا ہے) تو وہ آدابِ حرم کو ملحوظ خاطر رکھے اور جب بیت اللہ پر پہلی مرتبہ نظر پڑے تو اللہ تعالیٰ کے حضور فورا دعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھا دے کیونکہ وہ قبولیتِ دعا کا خاص وقت ہوتا ہے اسے کے بعد جب بیت اللہ کے پاس پہنچے تو حجر اسود سے خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرے طواف کرتے ہوئے اگر ممکن ہو تو ہر دفعہ حجر اسود کو بوسہ دینا چاہیے اور اگر ممکن نہ ہو تو صرف ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کر دینا بھی کافی ہے

طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت نفل پڑھے اور پھر صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ چکر لگائے صفا سے مروہ تک ایک چکر شمار ہو گا اور مروہ صفا تک دوسرا چکر پھر مکہ معظمہ میں ٹھہر کر ایام حج کا انتظار کرے جب زوالحجہ کی آٹھویں تاریخ ہو تو وہ مکہ سے منیٰ چلا جائے اور وہاں بعد زوال داخل ہو اور ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے ادا کرے اور سورج کے ڈوبتے تک عرفات میں ہی رہے اور دعائوں اور عبادات میں اپنا وقت گزارے اس کے بعد مزدلفہ مقام میں آئے جہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھے اور وہاں رات بھر عبادت اور دعائوں میں بسر کرے فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے مشعر الحرام پر جا کر دعا کرے اور وہاں سے سورج نکلنے سے پہلے ہی روانہ ہو کر منیٰ پہنچے اور وہاں جا کر جمرہ العقبہ پر سات کنکریں مارے اور ہر دفعہ کنکر پھینکنے کے ساتھ ساتھ تکبیر کہے مگر یہ کام سورج نکلنے کے بعد کرے یہاں سے فارغ ہو کر قربانی کرے سر منڈوائے اور پھر اسی دن شام تک یا گلے دن مکہ مکرمہ جا کر خانہ کعبہ کا طواف کرے افضل یہ ہے کہ اسی دن شام تک جا کر کعبہ کا طواف کر آئے پھر دوسرے دن منیٰ میں واپس آجائے اور بعد زوال جمرۃ الدنیا ،جمرہ الوسطی ، جمرہ العقبہ پر سات سات پتھر مارے اسی طرح تیسرے دن اور پھر چوتھے دن بھی جو ایام تشریق کہلاتے ہیں یعنی گیارھویں،بارھویں اور تیرھویں ذوالحج کو تیرھویں تاریخ کو منیٰ سے واپس آجائے اور بیت اللہ کا طواف الوداع کرے جو شخص یہ تمام مناسک بجا لائے وہ فریضہ حج ادا کرلیتا ہے اوراللہ تعالیٰ کے حضور سر خرو ہو جاتا ہے

عمرہ بھی یہی ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص حرم کے اندر رہنے والا ہو تو وہ حرم سے باہر کا ہو تو میقات سے احرام باندھے خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرے صفا اور مروہ کے درمیا ن سعی کرے اور پھر حلق یا قصر کردے اوراگر قربانی کرنا چاہے تو قربانی بھی کردے لیکن عمرہ میں قربانی لازمی نہیں ہوتی حج اور عمرہ میں یہ فرق ہے کہ عمرہ

کے لیے کسی خاص وقت یا مہینہ کی قید نہیں بلکہ وہ سال کے ہر حصہ میں ہو سکتا ہے جبکہ حج صرف شوال ،ذوالقعدہ اورذوالحج میں ہی کیا جا سکتا ہے ترمذی میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے عمرہ کے متعلق پوچھا کہ" اِواجبۃ" کیا عمرہ واجب ہے رسول کریم ﷺنے فرمایا لا وان تعمروا خیرلکم عمرہ واجب تو نہیں لیکن اگر تم عمرہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

فان احصر فما استیسر من الھدی اس میں بتایا کہ اگر حج یا عمرہ کرنے والا کوئی شخص بیمای کی وجہ سے یا جنگ کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے راستہ میں ہیروک یدا جائے اور وہ مکہ مکرمہ جا کر حج یا عمرہ نہ کرسکے تو پھر جو قربانی بھی میسر آئے اسے دے دینی چاہیے اور اس وقت تک احرام نہیں کھولنا چاہیے جب تک کہ قربانی محلہنہ پہنچ جائے یعنی اس جگہ پر جہاں قربانی نے ذبح ہونا ہے ابن القاسم کا قول ہے کہ جس جگہ روکا جائے وہیں قربانی دے ورنہ نہں اور جمہور کا قول ہے کہ جس جگہ روکا جائے وہیں قربانی کردے اور سر منڈواڈالے جو سب سے آخری عمل ہے اسکے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے (بحر محیط جلد ۲ نمبر ۷۳) امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک بھی محلہ سے مراد وہی جگہ ہے جہاں حاجی کو روک دیا گیا ہو لیکن امام ابو حبیفہ کے نزدیک حرم ہے

میرے نزدیک یہ جھگڑا فضول ہے کیونکہ اگرتو جنگ ہواور دشمن نے اسے روکا ہوتو وہ اس کی قربانی کو آگے کیسے جانے دے گا ایسی صورت میں وہ جہاں روکا جائے وہیں قربانی کرکے حلق کردے لیکن اگر بیماری کے سبب سے حاجی کو روکا گیا ہو اور وہ قربانی کے حرم پہنچنے تک سر نہ منڈوائے اور کوشش کرے کہ وہ حرم کے اندر ہی ذبح ہو اس کے بعد حلق کردے ضیمنی طور پر اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا کہ ایک وقت آنے والا ہے جب مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت سے جبرا روک دیا جائے گا لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو کفار پر فتح عطافرمائیگا اور وہ امن سے حج بیت اللہ کر سکیں گے چنانچہ صلح حدیبیہ میں ایسا ہی ہوا باوجود اس کے کہ رسول کریم ﷺ صرف طواف کی نیت سے تشریف لے گئے تھے قریش نے اطلاع لے پرچیتوں کی کھالیں پہن لیں او ر اپنی بیویوں اور بچوں کو ساتھ لے لیا اور قسمیں کھائیں کہ وہ مر جائیں گے مگر آپﷺ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیںگے آخر یہ معاہدہ طے پایا کہہ اس سال مسلمان مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس چلے جائیںاور اگلے سال آکر

طواف کر لیں چنانچہ رسول کریم اور تمام صحابہؓ واپس چلے گئے مگر ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مکہ فتح ہو گیا اور مسلمان آزادی کے ساتھ آنے جانے لگے۔

فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃاو نسک فرماتا ہے اگر کوئی شخص تم مین سے بیمار ہویا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو جس کی وجہ سے اسے سر منڈوانہ پڑے جیسے اس کے سر میں جوئیں پڑ جائیں یا پھوڑے نکل آئیں تو وہ سر منڈوا سکتا ہے مگر اس صورت میں اسے صیام یا صدقہ یا قربانی کا فدیہ دینا پڑے گا قرآن کریم نے فدیہ کی تینوں اقسام کو غیر معین رکھا ہے مگر رسول کریم ﷺ کے ایک ارشاد سے اس کی تعین ہو جاتی ہے حیثیوں میں آتا ہے کہ کعب بن عجرہؓ ایک صحابی تھے ان کے سر میں جوئیں پڑ گئیں اور ان کی اتنی کثرت ہو گئی کہ جوئیں ان کے منہ پر گرتی تھیں وہ کہتے ہیں رسول کریم ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا اے کعب تجھے ان جوئوں کی وجہ سے بہت تکلیف ہے تو سر منڈوادے اور صم ثلاثۃ ایام او اطعم ستۃ مساکین او انسک شاۃتو فدیہ کے طور پر تین دن کے روے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا ایک بکری کی قربانی دے دے۔

میرے نزدیک اس آیت میں جو فدیہ کی ترتیب ہے وہ امارت اور غربت کے لحاظ سے ہے یعنی اگر کوئی شخص غریب ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھ لے اگر متوسط درجہ کا ہو تو چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے اور اگر مالدار ہوتو قربانی دے دے بہر حال قربانی مقدم ہے اور اس کے بعد صدقہ ہے اور اس کے بعد روزے ہیں اور یہ ترتیب درجہ کی بلندی کے لحاظ سے ہے یعنی ادنی فدیہ یہ ہے کہ تین دن کے روزے رکھے اس سے اعلیٰ فدیہ یہ ہے کہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اس سے اعلیٰ فدیہ یہ ہے کہ ایک قربانی دے دے اور یہ حکم محصر کے لیے نہیں بلکہ محصر اور غیر محصر دونوں کے لیے ہے محصر کا حکم محلہ تک ختم ہو گیا ہے

فاذا امنتم فمن تمتع با لعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی فرماتا ہے جب جنگ ختم ہو جائے یا دوسری روکاوتین دور ہو جائین تو اس کے بعد جو شخص عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھانے اور قران یا تمتع کرے تو جو قربانی بھی آسانی سے میسر آسکے کردے

حج اور عمرہ کے الگ الگ ادا کرنے کا ذکر تو پہلے آچکا ہے اب دونوں اکٹھے ادا کرنے کا ذکر فرماتا ے میر نزدیک اس جگہ تمتع سے اصطلاحی تمتع مراد نہیںبلکہ قِران اور تمتع دونون مراد ہیں اور تمتع کے معنے لغوی ہیں یعنی

فائدہ اٹھائے یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ مکہ مکرمہ میں لوگ چار رنگ میں جاتے ہیں اول صرف حج کے لیے دوم صرف عمرہ کے لیے سوم تمتع ے لیے چہارم قِران کے لیے تمتع اور قران دونوں میں قربانی واجب ہے لیکن حج اور عمرہ میں نہیں اسی طرح عمرہ تو سال کے دوران میں ہر وقت ہو سکتا ہے اورحج سال میں صرف ایک ہی دفعہ مقرر ایام میں ہو سکتا ہے پس اگر کوئی شخص صرف عمرہ ک لیے جائے یا صرف حج کے لیے جائے اور عمرہ کی نیت نہ ہوتو یہ امر اس کے حالات پر منحصر ہے کہ وہ قربانی کرے یا نہ کرے لیکن قران جس میں عمرہ اور حج دونوں‌کی نیت ہوتی ہے اس میں قربانی واجب ہوتی ہے قران یہ ہے کہ اشہر الحج مین انسان میقات سے احرام باندھ کر حج اور عمرہ دونوں کی اکٹھی نیت کرے اور مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ کے احکام بجا لائے اور جب تک حج سے فارغ نہ ہو احرام نہ کھولے بعض کے نزدیک اس پر ایک سعی اور ایک طواف ہے اور بعض کے نزدیک دو طواف اور دو سعی اور جب لو ٹنا چاہے تو طواف وداع کرے اس مین عمرہ کے بعد اس وقت تک احرام نہیں کھولا جاتا جب تک کہ حج نہ ہو جائے حج کرنے کے بع احرام کھولا جاتا ہے لیکن اگر تمتع کی نیت سے جائے تو اشہرالحج میں عمرہ کی نیت کر کے میقات سے احرام باندھے اور مکہ میں داخل ہو پہلے طواف کرے پھر سعی کرے پھر حلق یا قصر کرے اور جب عمرہ ہو چکے تو احرام کھول دے اور ذوالحج کی آٹھویں تاریخ کو حج کے لیے پھر نیااحرام باندھے اور حج کرے اس میں بھی قربانی واجب ہے اس مین عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے اور حج کے لیے نئے سرے سے احرام باندھا جاتا ہے غرض قِران اور تمتع دونوں میں قربانی واجب ہے لیکن اکیلے عمرہ یا حج میں واجب نہیں بلکہ محب ہے اور اگر ان میں سے کسی کی نیت کر کے جائے اور کسی وجہ سے روکا جائے تو اس پر پربانی واجب ہو گی اور جب تک قربانی ذبح نہ ہو اس کے لیے ضروری ہو گا کہ وہ سر نہ منڈوائے ہاں اگر قربانی مکہ مکرمہ میں بھیج سکتا ہو تو بھجدے اور پھرجب تک قربانی وہاں پہنچ نہ جائے اس وقت تک سر نہ منڈوائے

غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمتع اور قران کی خصوصیات جو خالی حج اور خالی عمرہ کے مقابلہ میں ہیں بیان فرمائی ہیں اور جاذا امنتم کے الفاظ اس لیے بڑھائے ہیں کہ اس حکم کو پہلے حکم کا حصہ نہ سمجھ لیا جائے اس حکم کو احصار کے ذکرکے بعد اس لیے بیان کیا کہ اس

صورت میں بلا احصار قربانی ہونی چاہیے اورحج ار عمرہ میں احصار سے قربانی ہوتی ے ورنہ نہیں اس لیے اس کو احصار کے ذکر کے بعد بیان کیااس جگہ تمتع اور قران کی یہ خصو۔سیات بیان کی گئی ہیں کہ ان مین قربانی ضروری ہو گی خواہ احصار نہ ہی ہوا ہو اور جسے اس کی توفیق نہ ہو وہ جیسا کہ اگلی آیت مین بیاں کیا گیا ہے تین دن کے روزے مکہ میں اور سات دن کے روزے واپس آکر رکھے

فرماتا ہے فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام فی الحج (۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تین دن کے روزے ذوالحج کی ساتویں آٹھویں اور نویں تاریخ کو رکھے جائیں (۲) حضرت امام بو حنیفہؒ کتے ہیں کہ اگر وہ ان ایام میں روے نہیں رکھی گا تو اس پ قربانی بھی واجب ہو گی (۳) بعض کہتے ہیں کہ یہ روزے چونکہ قربانی کے بدلہ میں ہیں اس لیے حج کے بعد رکھنے چاہیں (۴) بعض کہتے ہیں کہ یہ روزے سے پہلے مکہ میں ہی رکھنے چاہیں (۵) بعض نے احرام اور احرام حج کے درمیانی عرصہ میں وزے رکنے کو کہا ہے (بھر محیط جلد ۲ ص۷۸)

میرے نزدیک یہ روزے ایم تشریق یعنی گیارھوں بارھویں اور تیرھویں ذوالحجہ کو رکھنے چاہیں اور فی الحج سے مراد اس جگہ فی ایام الحج ہے باقی سات روزے گھر پر بھی رکھے جاسکتے ہیں اس جگہ تلک عشرۃ کاملۃ کا فقرہ اس لیے زائد کیا گیا ہے کہ وسبعۃ کی جگہ او نہ سمجھ لیا جائے اور غلطی سے یہ معنے نہ کر لئے جائیں ہ وہاں رکھے تو تین رکھے اور گھر رکھے تو سات رکھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آخر میں تلک عشرۃ کاملۃ فرما کر بتا دیا کہ صرف تین یا سات روزے رکھنا مراد نہیں بلکہ پورے دس روز ے رکھنے مرد ہیں یا یہ الفاظ تاکے لیے استعال کئے گئے یں اور تلک عشرۃ کاملۃ کے یہ معنے ہیں کہ یہ روزے ثواب یا قربانی کے قائم مقام ہنے کے لحاظ سے کامل فدیہ ہیں۔

ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام فرماتا ہے یہ حکم یعنی تمتع کا صرف باہر کے لوگون کے لیے ہے کونکہ ان کو آنے جانے میں تکلیف ہوتہے مکہ والے تو ہر وقت عمرہ کر سکتے ہیں ان کے لیے تمتع یا قران نہیں ہے

اس آیت کے بارے میں مفسرین میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے (۱) بعض کہتے ہیں کہ قربانی نہ ملنے کی صورت میں روزون کا حکم صرف آفاقیوں کے لئے ے مکہ والوںکے لیے نہیںیعنی کہ وہ تو اپنے شہر میں ہی قربانی مہیا کرسکتے ہیں یہ امام شافعی کا مذہب ہے (۲) بعض لوگ کہتے ہیںکہ یہ آیت روزوںکے متلعق ہے یعنی روزوں کا حکم اہل مکہ کے لئے نہیں بلکہ صرف باہر والوں کے لیے ہے گویا انہوں نے صیام کو ذلک کے ماتحت رکھا ہے مگر میرے نزدیک

یہ دونوں درست نہیں کیونکہ اس صورت میں مکہ والوں کو سہولت رہتی ہے (۳)امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اس سے تمتع اور۴ قران والے احکام مراد ہین اجنکا ذکر فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج میں آچکاہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ تمتع اور قران اہل مکہ کے لیے جائز نہیں میرے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے معنے زیادہ درست ہیں اور عقل بھی انہی کی تائید کرتی ہے کیونکہ مکہ والے تو ہر وقت عمرہ کر سکتے ہیں

اس کے بعد حاضری المسجد الحرام میں بھی اختلاف ہے کہ ان سے کون لوگ مرادہیں (۱) حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے تمام اہلِ حرم مراد ہیں (۲) عطاء کہتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہر جہت سے موقیت کے اندر رہتے ہیں (۳) زہری کہتے ہیں کہ ایک یا دو دن کے سفرتک رہنے والے مراد ہیں (۴) بعض کہتے ہیں کہ اس سے صرف اہل مکہ مراد ہیں اور یہی معنے زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتے ہیں

آخر میں فرمایا۔واتقو اللہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو یعنی حج کی عبادت محض اس غرض کے لیے ہے کہ تمہارے دلوں میں تقوی پیدا ہو اور تم ماوی اللہ سے نظر ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کو ہی اپنی ڈھال بنا لو اگر حج بیت اللہ ایا عمرہ سے کسی کو یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس کاکوئی مخفی کبر اس کے سامنے آگیا ہے اسے چاہیے کہ خلوت کے کسی گوشہ میں اپنے خداکے سامنے اپنے ماتھے کو زمین پر رکھدے اور جس قدر خلوص بھی اس کے دل میں باقی رہ گیا ہو اس کی مدد سے گریہ وزاری کرے یاکم سے کم گریہ وزاری کی شکل بنائے اور خدا تعالیٰ کے حضور جھک کر کہے کہ اے میرے خدا لوگو ں نے بیج بوئے اور ان کے پھل تیار ہونے لگے وہ خوش ہیں کہ ان کے اور ان کی نسلوں کے فائدہ کے لیے روحانی باغ تیار ہو رہے ہیں پر اے میرے رب میں دیکھتا ہوں کہ جو بیج میں لگا یا تھا اس میں سے تو کوئی روئیدگی بھی پید ا نہیں ہوئی نہ معلوم میرے کبر کا کوئی پرندہ اسے کھاگیا یا میری وحشت کا کوئی درندہ اسے پائوں تلے مسل گیا یا میری مخفی شامتِ اعمال ایک پتھر بن کر اس پر بیٹھ گئی اور اس میں سے کوئی روئیدگی نکلے نہ دی اے خدا اب میںکیا کروں کہ جب میرے پاس کچھ تھا میں نے بے احتیاطی سے اسے اس طرح خرچ نہ کیا کہ نفع اٹھاتا مگر آج تو میرا دل خالی ہے میرے گھر میںایمان کاکوئی دانہ نہیں کہ میںبوئوںاے خدا میرے اس ضائع شدہ بیج کو پھر مہیا کر دے اور میری کھوئی ہوئی متاع ایمان مجھے واپس عطا کر اور اگرمیر ا ایمان ضائع ہو چکا ہے تو تو اپنے خزانے سے اور اپنے ہاتھ سے اپنے اس دھتکارے ہوئے بندہ کو ایک رحمت کا بیج عطا فرما تا کہ میں اور میری

نسلیں تیری رحمتوں سے محروم نہ رہ جائیں اور ہمارا قدم ہمارے سچی اور اعلیٰ قربانی کرنے والے بھائیوں کے مقام سے پیچھے ہٹ کر نہ پڑے بلکہ تیرے مقبول بندوں کے کندھو ں کے ساتھ ساتھ ہمارے کندھے ہوں

واعلموا ان اللہ شدید العقاب میں اس طرف توجہ دلائی کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ہمیشہ خائف رہواور اپنے تمام کاموں کی تقو ی اللہ پر بنیاد رکھو ورنہ تمہارا پہلا ایمان بھی ضائع ہو جائیگا اور تم خدا تعالیٰ کی نارضگی کے مورد بن جائو گے۔385

تفسیر

الحج اشھر معلومت میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حج کے بارہ میں قرآن کریم نے کوئی نیا حکم نہیں دیا بلکہ اسی کم کو قائم رکھا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے زمزنہ سے چلا آرہاتھا اس وجہ سے حج کے مہینے بھی سب لوگوں کو معلوم ہیں یعنی شوال۔ذوالقعد ہ اور ذوالحجہ گو امام ابو حمیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ذوالحج کے صرف دس دن اشہر الحج میں شامل ہیں فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولافسوق ولا فدال فی الحج جو شخص ان مہینوں میں حج کو اپنے اوپر فرض کر کے چل پڑے اسے چاہیے کہ وہ اپنی زبان کو پاک رکھے اورکوئی ایسی بات نہ کرے جو جنسی جذبات کو برانگختہ کرنے والی ہوبعض لوگ کہتے ہیں کہ عشقیہ اشعار پڑھنا اس میں داخل نہیں کیونکہ حضرت ابن عباسؓ نے ایک دفعہ ایام حج میں جاہلیت کے اشعار پڑھے تھے یہ روایت اگرچہ قران کریم کے اس واضح حکم کی موجودگی میںدرست تسلیم نہیں کی جا سکتی لیکن اگرمان بھی لیا جائے کہ انہوں نے ایسا کیا تھا توامتدادِ زمانہ کی وجہ سے ہم نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے کس غرض کے ماتحت جاہلیت کے اشعار پڑھے تھے ممکن ہے کہ انہوں نے دوران گفتگو میں کسی دلیل کے لیے پڑھے ہوں اورسننے والوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا ہو ہ وہ شوقیہ طور پر اس قسم کیاشعار پڑھ رہے ہیں بہر حال اس قسم کا کلام خواہ وہ نظم میں ہو ایا نثر مین اس سے اجتناب کرنا چاہیے اس اور ان دنوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکراور اسکی عبادت میں صرف کرنا چاہیے مگر اس ممانعت کے یہی معنے نہیں کہ رفث ،فسوق اورجدال دوسرے دنوں میں جائز ہے بلکہ اس ممانعت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت رکھی ہے کہ اگر کچھ چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے دوسرے دنوں میں بھی ان کو چھوڑنے کی توفیق مل جاتی ہے کیونکہ مشق کرنے وجہ سے اس کے لیے سہولت پیدا ہو جاتی ہے بعض دفعہ بشری کمزوریوں کی وجہ سے انسان ایک لمبے وقت کے لیے کسی کام کو چھوڑنے کی ہمت نہیں کر سکتا ایسی حالت

میں اس کے اندر استعداد پیدا کرنے کے لیے ضروری ہوتاہے کہ اسے کچھ وقت کے لیے اس کام سے روک دیا جائے جب کچھ عرصہ تک رکا رہتا ہے تو اس کی ضبط کی طاقت بڑھ جاتی ہے اور آہستہ آہستہ وہ کلی طور پر اس کام کو چھوڑنے کے لیے تیار ہو فاتا ہے اسی نکتہ کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ رمضان کے مہینہ میں اپنی کمزوریو ں میں سے کسی ایک کمزور پر غالب آنے کی کوشش کرے اور مہینہ بھر اس سے بچتا رہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ رمضان کے بعد بھی اس کی مد دکریگا اور اسے ہمیشہ کے لیے اس بدی پر غالب آنے کی توفیق عطا فرمادے گا۔

یہاں رفث ،فسوق اور جدال تین گناہوں کے چھوڑنے کا ذکر کیا گیا ہے رفث مرد عورت کے مخصوص تعلقات کو کہتے ہیں لیکن اس کے علاوہ بد کلامی کرنا گالیاں دینا گندی باتیں کرنا قصے سنانا لغو اور بے ہودہ باتیں کرنا جسے پنجابی میں گپیں مارنا کہتے ہیں یہ تمام امور بھی رفث میں ہی شامل ہیں اور فسوق وہ گناہ ہیں جو خدا تعالیٰ کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں جن میں انسان اسکی اطاعت اور فرمانبرداری سے باہر نکل جاتا ہے آخر میں‌جدال کا ذکر کیا ہے جو تعلقات باہمی کو توڑنے والی چیز ہے ان تین الفاظ کے ذریعے درحقیقت اللہ تعالیٰ نے تین اصلاحوں کی طرف توجہ دلائی ہے فرمایا ہے (۱) اپنی ذاتی اصلاح کرو اور اپنے دل کو ہر قسم کے گندے اور ناپاک میلانات سے پاک رکھو(۲) اللہ تعالی سے اپنا مخلصانہ تعلق رکھو (۳) انسانوں سے تعلقات محبت کو استوار رکھو گویا یہ صرف تین بدیاں ہی نہیں جن سے روکا گیا ہے بلکہ تین قسم کی بدیاں ہیں جن سے باہر کوئی بدی نہیں رہتی کیونکہ بدی یا تو اپنے نفس سے تعلق رکھتی ہے یا خداتعالیٰ سے تعلق رکھتی ہے اور یا پھر مخلوق سے تعلق رکھتی ہے اور روحانیت کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی ذاتی اصلاح کے بعد حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی سر گرم رہے۔

وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ فرماتا ہے تمہیں ان باتون کے چھوڑنے میں کئی قسم کی دقتیں پیش آئیں گی مثلا کسی شخص کو گالی دے دی جائے تو اس کے لیے صبر کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے لیکن اگر تم خداکے لیے ان پابندیوں کو اپنے اوپر عائد کروگے اورنیکوں میں حصہ لو گے تو تم جو بھی نیک کام کرو گے اللہ تعالیٰ اسے ضرور ظاہر کر دیگا خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ نیکی کو پوشیدہ نہیں رہنے دیتا گو بعض صورتوں میں نیکیوں پر پردہ بھی پڑا رہتا ہے مگر آخر کار نیکی ظاہر ہو کر رہتی ہے اور دشمن بھی اس کو محسوس کئے بغیر نہیں رہتا رسول کریم ﷺ کے مخالفوں کو ہی دیکھ

لو وہ آپ ﷺ کا کوئی عیب بیان نہ کر سکا صرف اتنا ہی کہہ سکا کہ اب ایک عہد ہم میں اور اس میں ہوا ہے معلوم نہیں وہ اسے پورا کرتا ہے یا نہیں تو فرمایا کہ تم جو نیکی بھی کرو گے خدا دتعالیٰ اسے ضرور ظارہ کر دے گا اور لوگوں پر تمہارے اچھے کردار اور بلند اخلاق کا گہرا اثر پڑے گا

و تزودوا فرمایا جب تم سفر کے لیے نکلو تو ہمیشہ اپنے ساتھ زاد راہ لے لیا کرو اس جگہ تزودوا سے دونوں زاد مراد ہو سکتے ہیں یہ بھی کہ آمد و درفت اور کھانے پینے کے اخراجات کا انتظام کر لیا کرواور یہ بھی کہ نیکی اور تقویٰ کا زاد ساتھ لو چونکہ اس سے پہلے وما تفعلو ا من خیر یعلمہ اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور حسنات میں ترقی کرنے کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی تھی اس لئے تزودوا کہہ کر بتایا کہ حج اور عمرہ کا ثواب تو بہت بڑا ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ تم زیارت کعبہ کے شوق میں خالی ہاتھ اپنے گھروں سے نکل پڑو ہو تور لوگوں سے بھیک مانگتے ہوئے وہاں پہنچو تمہارا کام یہ ے کہ تم پہلے زادا ª راہ کا انتظام کر ور ااور جب آمد رفت کا انتظام ہو جائے تو اس کے بعد کھنے پینے وغیر ہکے تمام اخراجات کا انتظام ہو جائے تو اس کے بعد سفر کے لیے نکلو فان خیر الزاد التقوی کہہ کربتا دیا کہ حج اور عمرہ کا ثواب تو بہت بڑا ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ تم زیارت کعبہ کے شوق میں خالی ہاتھ اپنے گھروں سے نکل پڑو اور لوگوں سے بھیک مانگتے ہوئے وہاں پہنچو تمہار کام یہ ہے کہ تم پہلے زادِ راہ کا انتظام کرو اور جب آمد و رفت اور رہائش اور کھانے پینے وغیرہ کے تمام اخراجات کا انتظام ہوجاتے تو اس کے بعد سفر کے لیے نکلوفان خیر الزاد التقویٰ اور یادرکھو کہ بہتر زاد رہ ہے جس سے تم سوال اور گناہ سے بچو

افسوس ہے اس زمانہ میں مسلمانوں میں عام طور پر یہ سمجھا جاتاہے کہ اسلام اس اور کی تعلیم دیتا ہے کہ انسان کو اسباب سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ اپنے تمام معاملات خداتعالیٰ پر چھوڑ دینے چاہیں مگر یہ قطعا غلط اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے اسلئے یہاں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ جب تم سفر کے لئے نکلو تو ضروری سامان اور زادِ راہ سے کبھی غفلت اختیار نہ کرلیکن تزودوا کے ایک معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تم تقوی کا زاد لو اور چونکہ تقوی کا زاد مخفی تھا اس لیے اسے فان خیر التقوی کے الفاظ میں کھول کر بیا ن کر دیا اور بتا یا کہ تقوی سب سے بہتر زاد ہے جو آخرت کے سفر میں تمہارے کام آنے والا ہے انہی معنوں میں بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایاہے کہ وقت تھوڑا ہے اور کار عمر نا پیدا تیز قدم اٹھائو کہ شام نزدیک ہے جو کچھ پیش کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو ایسا

نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور ایاں کاری کا موجب ہو یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو(کشتی نوح)

چونکہ اس سے پہلے حج کا ذکر آچکا ہے اس لیے فان خیرا لزاد التقویٰ فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اب حج سے تمہاری ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے تمہیں تقوی کا پہلے سے بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے جیسے صاف کپڑوں والا چھوٹے سے چھوٹے داغ اور دھبے سے بھی بچنے کی کوشش کرتا ہے

پھر فرماتا ہے و اتقون یا اولی الالباب اے عقلمندو اگر تم اپنے بچائو کا سامان کرنا چاہتے ہو تو میری طرف جھکو اور صرف مجھے ہی اپنی حفاظت کا ذریعہ بنائو باقی تمام ذرائع اس کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہیں 386

تفسیر : فرماتا ہے تمہارے لیے یہ کوئی گناہ کی بات نہیں کہ حج کے ایام میں تم اپنے رب سے کوئی اور فضل بھی مانگ لو بعض لوگ کہتے ہیں کہ فضل سے مراد اس جگہ تجارت ہے اور میرے نزدیک بھی یہ درست ہے مگر فضل سے صرف تجارت مرد لینا ایک وسیع مضمون کو محدود کردینا ہے در حقیقت آج اسلام کو جس بہت بڑی مصیبت کا سامناہے وہ یہ ہے کہ دنیا میں چارو ں طرف کفر غالب ہے اور مسلمان جمہود اور بے حسی کا شکار ہیں ان کے دلوں میں یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ وہ اسلام کی اشاعت کے لیے اس جنون سے کام لیں جس جنون سے قرون اولی کیمسلمانوں نے کام لیا تھا اور اسلام کو تھوڑے عرصہ میں ہی تمام معلومہ دنیا میں غالب کردیا تھا پس حج کے ذکر کے ساتھ وابتغو امن فضل اللہ فرماکر میرے نزدیک اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تم اس عظیم الشان اجتماع سے بعض دوسرے فوائد بھی حاصل کنے کی کوشش کرو اوراللہ تعالی کا وہ فضل تلاش کرو جس نتیجہ میں مسلمان قعرِ مزلت سے نکل کر بامِ عروج پر پہنچ جائیں اور اسلام کی اشاعت کے لیے مختلف ممالک کے با اثر اور ممتاز افراد کے ساتھ مل کر ایسی سکیمیں سوچو جن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہو جائے اوراسلام دنیا پر غالب آجائے غرض اس فضل کو تلاش کرنا جس کے نتیجہ میں اسلام کو غلبہ حاصل ہواللہ تعالی نے ہمارہ فرض قرار دیا ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ تم پر کوئی گناہ نہیں کوہ تم خداتعالیٰ کا فضل تلاش کرو یہ کلام کا ایک طریق ہے جس کا مقصد کسی اہم نیکی کی طرف متوجہ کرنا ہوتراہے اسی طریق کلام کو اس جگہ استعمال کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے اچھے موقعہ کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی تلاش

نہ کرنا کیا کوئی گناہ کی بات ہے کہ تم اسے چھوڑ رہے ہو یعنی اس عظیم الشان اجتماع کے موقعہ کو جبکہ دنیاکے چارون کنارون سے لوگ یہاں جمع ہیں غنیمت جانو اور اسے اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو۔

یہ لاجناح بھی ویسا ہی ہے جیساکہ لاجناح ان یطوف بھما میں لا جناح کا استعمال کیا گیا ہے

فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام فرمایا جب تم عرفات سے واپس آئو تو مشعرالحرم کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو عرفات مکہ سے شمال مشرق کی طرف قریبا نو میل کے فاصلہ پر ایک وسیع میدان ہے جہاں ۹ ذوالحجہ کو تمام حاجی جمع ہوتے ہیں یہاں ٹھہرنا اوور عبادت کرنا اتنا اہم ہے کہ اگر کوئی شخص حج کے اور تمام مناسک ادا کرے مگر عرفات کے میدان میں نہ پہنچ سکے تو اس کا حج ہی نہیں ہوتا اور مشعر الحرام مزدلفہ میں ایک چھوٹی سی پہاڑ کا نام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم عرفات میں عبادت کر چکو اور وہاںسے واپس لوٹو تو مشعر الحرام کے پاس جو مزدلفہ میں ایک پہاڑی ہے اللہ تعالیی کاذکرکرو رسول کریم ﷺ کا طریق تھا کہ آپ یہاں بھی دعاکیا کرتے تھے مگر اب عام طور پر لوگ اس جگہ دعا نہیں کرتے بلکہ اس جگہ کا پتہ لگانے میں بھی دقت محسوس ہو تی ہے چنانچہ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہم نے اس کا پتہ لگانے ک بڑی کوشش کی مگر نہ لگا اور یونہی دعا کر کے چل پڑے معلوم ہوتا ہے یہ کوئی بڑ ی پہاڑی نہیں بلکہ ٹیلہ سا ہے چونکہ وہاں ایسے کئی ٹیلے ہیں اور مجمع بھی بہت ہوتا ہے اس لئے اس کا آسانی سے پتہ نہیں لگ سکتا

اس آیت میں افضتم کا لفظ استعمال فرما کر اس امر کا بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو تمہارے قلوب اللہ تعالیٰ کی برکات اور اس کے انوار سے اس طرح معمور ہونے چاہیں جیساکہ ایک برتن اپنے کناروں تک پانی سے بھر اہوا ہوتا ہے اورپھر اسی حالت میںجبکہ ساقی کوثر کی روحانی شراب سے تمہارے جام لبالب بھرے ہوئے ہوں تم مشعرالحرام کے پاس پہنچو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو گویا روحانی انعامات کی وہ بارش جو عرفات میں تم پر نازل ہوئی ہے وہ تمہیں بہاتی ہوئی مشعرالحرام کی طرف لے جائے اور تمہیں اپنے محبوب کے قدموں تک پہنچادے 387

تفسیر اس آیت کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کہ افاضہ تو ہو چکاپھر یہ کونسا افا ضہ ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یعنی عرفات سے تو لوٹ آئے پھر اور کہاں سے لوٹنے کا حکم دیا گیا ہے سو یا د رکھنا چاہیے کہ اس جگہ ثم کے معنے اور

کے ہیں اور اس بات کو اس لیے دہرایا ہے کہپہلے اس بارہ میں کوئی حکم نہ تھا بلکہ صرف اظہار واقعہ کیا گیا تھا اب حکم دیا کہ جہاں سے دوسرے لوگ واپس لوٹتے رہے ہیں سے تم بھی لوٹو اور یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ قریش اور ان کے ساتھیوں کا طریق تھا کہ وہ مزدلفہ سے آگے عرفات میں نہیں جاتے تھے بلکہ مزدلفہ ہی سے واپس چلے آتے تھے اور اس کی وجہ وہ یہ قرار دیتے تھے کہ عرفات حدودِ حرم سے باہر ہے اس لیے ہم وہاں نہیں جائیں گئیں بلکہ مزدلفہ میں مشعر الحرام کے پاس ہی ٹھہریں گے جو حرم کے اندر ہے اورکہتے کہ ہم حرم سے باہر نہیں جا سکتے لیکن دوسرے قبائل عرفات میں جا کر حج کرتے تھے اس لیے ان کو مخاطب کر کے فرمایاکہ جس طرح دوسرے لوگ عرفات میں جاتے اور پھروہاں سے واپس آتے ہیں اسی طرح تم بھی وہاں جائو اور جس طرح وہ عرفات سے واپس آتے ہیں اسی طرح تم بھی واپس آئو لیکن اگر ثم کے معنے پھر یا تب کے لیے جائیں تو اس صورت میں اس کا یہ مطلب ہو گا کہ پھر تم مزدلفہ سے لوٹو جہاں سے سب لوگ واپس لوٹتے رہے ہیں یہاں تک کہ قریش اوربنو کنانہ جو حمس یعنی بڑے پکے دیندار کہلاتے تھے وہ بھی یہیں سے واپس چلے جاتے تھے

مزدلفہ سے لوٹنے کے متعلق یہ حکم ہے کہ تمام حاجی نماز پڑھ کر اور دعا کر کے سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے چلیں اور منیٰ میں سورج نکلنے کے بعد پہنچ جائیں جہاں رمی جمار کی جاتی ہے قربانیاں دی جاتی ہیں اور احرام کی حالت ختم ہو جاتی ہے

یہ آیت چکرالویوں پر بھی حجت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے خود اس جگہ کا نام نہیں بتایا پس تفسیر کے لیے سنت کا تفحص بھی ضروری ہے پھرفرماتا ہے واستغفروااللہ ان اللہ غفور رحیم تم ان مناسک کے ساتھ ساتھ استغفار بھی کرتے رہو کینکہ حج ایک بہت بڑا ابتلاء بھی ے مجھ سے کئی لوگوں نے بیان کیا کہ حج کے دنوں میں تو بڑا جوش ہوتا ہے مگربعد میں دل پر برا اثر پڑتا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حج میں ظاہر پر اس قدر زور ہے کہ اس کے مقابلہ میں باطن بہت حد تک پوشیدہ ہو جاتا ہے مثلا وہاں حج اسود کو بوسہ دیتے ہیں صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگاتے ہیں بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں منیٰ میں تین ٹیلوں پر جو اب برجیوں کی شکل میں کنکر پھنیکتے ہیں اس لیے اگر ساتھ ساتھ استغفار نہ ہوتو دل پر زن لگ جاتاہے اسی طرح وہاں پانچ پانچ گھنٹے بیٹھ کر عبادت کرنی پڑتی ہے ہزارون کے مجمع میں میں نے ایک شخص بھی ایسانہیں دیکھا جو دعا کرتا ہو۔لوگ حج صرف اس قدر سمجھتے ہیں کہ خطیب جب کھڑا ہو تو اس

کے رومال کیساتھ رومال ہلادیں مگر مجھ خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی اور میں نے وہاں کثرت سے دعائیں کیں تو چونکہ یہ نما کی طرح ایک معین عبادت نہں اس لیے لوگ اس کی اہمیت محسوس نہیں کرتے شریعت نے صرف ظاہر بتا دیا ہے اور باطن کو انسان پر چھوڑدیا ہے مگر وہاں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اکثر لوگ جانتے ہی نہیں کہ ہم نے یہاں دعا یا عبادت کرنی ہے پس فرماتا ہے حج کے ایم میں تمہیں استغفار کی سخت ضروت ہے کیونکہ حج میں ظاہر زیادہ نمایاں ہے اور باطن جو جوہر عبادت ہے مخفی ہے اگر انسان باطن کی طرف توجہ نہ کرے اور صرف ظہر پر عمل کر کے سمجھ لے کہ اسنے شریعت کی اصل غرض کو پورا کر دیا ہے تو اس کا دل زنگ آلود ہو جاتاہے388

تفسیر

فرماتاہے جب تم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق حج بیت اللہ کا فرض ادا کر چکو تو خداتعالیٰ کو اس طرح یاد کرو جس طرح تماپنے باپ دادون کو یاد کرتے ہو اہل عرب میں دستور تھا کہ جب وہ حج سے فارغ ہو جاتے تو تین دن منیٰ میں مجالس منعقد کرکے اپنے باپدادوں کے کارنامے بیان کر تے اور اپنے اپنے قبیلہ کی بہادری شہرت اور سخاوت کی تعریف مین قصیدے پڑھا کرتے تھے مگر ہم تمہیں یہ ہدایت دیتے ہیں کہ جب تم مناسک ، حج کو ادا کر چکو تو تم خدا تعالیٰ کو اس طرح یاد کرو جیسے تم اپنے باپ دادوں کو یاد کرتے ہو یعنی جس طرح ایک چھوٹا بچہ جو اپنی ماں سے جدا ہوتا ہے روتا اور چلاتا ہواکہتا ہے کہ میں نے اپنی اماں کے پاس جانا ہے اسی طرح تم بھی باربار خدا تعا لیکا ذکر کرو تاکہ اس کی محبت تمہارے رگ وریشہ میں سرایت کر جائے خدا تعالیٰ ایکوراۂالوراء ہستی ے اس کا حسن براہ راست انسان کے سامنے نہیں آتا بلکہ کئی واسطوں کے ذریعہ سے آتا ہے اگر اس کے حسن کو الفاظ میں بیان کیا جائے اورپھر ہم اس پر غور کریں اور سوچیں تو آہستہ آہتہ معنوی طور پر اس کی شکل ہمارے سامنے آجاتی ہے اگر تم مالک کا نام لو اور اس کی مالکیت کو ذہن میں لائو قدوس کا مام لو اس کی قدوسیت کو ذہن مین لائو ستار کا نام لو اور اس کی غفوریت کو ذہن میں لائو غفور کا نام لو اور اس کی غفوریت کو ذہم میں لائو تو یہ لازمی بات ہے کہ آہستہ آہستہ خدا تعالیٰ کی ایک مکمل تصویر تمہارے سامنے آجا ئیگی اور محبت کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ یا توکسی کا وجود سامنے ہو یا اس کی تصویر سامنے ہو حضرتمسیح موعودؑ اپنے ایک شعر میں اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں

دیدار نہیں تو گفتار ہی سہی

حسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی

یعنی اگر محبوب خود سامنے نہیں تو اس کی آواز تو سنائی دے اوراس کے حسن کی کوئی نشانی تو نظر آئے پس رب رحمن رحیم مالک یوم الدین ستار غفار قدوس مہیمن سلام ،جبار ،قہار ،اور دوسری صفات ِالٰہیہ کے بار بار دہرانے اور تواتر سے دہرانے کے نتیجہ میں چونکہ جس طرح بچوں کے دل میں اپنے ماں باپ کی ملاقات کا اشتیاق ہوتا ہے اسی طرح تمہار ا بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہی روحانی تعلق ہوناچاہیے

گویا تمہار چین اور تمہارا صرف خداتعالیٰ کے ساتھ ہی وابستہ ہونا چاہیے کیونکہ اسی پر تمہاری روحانی زندگی کا مدار ہے اور حج کے بعد ذکرالٰہی کی طرف توجہ دلاکر اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ تمہارا خدا تعالیٰ سے اب ایک روحانی پیوند ہو چکا ہے س جس طرح ایک بچہ اپنے ماں باپ کیسائی عاطفت مین اپنی ندگی کے دن بسر کرتاہے اور انکے اخلاق و عادات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اس طرح تم بھی خداتعالیٰ کی صفات کا آئینہ بننے کی کوشش کرو اس طرح تم بھی خدا تعالیٰ کی صفات کاآئینہ بنو اوراسی کے سایہ عاطفت میں اپنی زندگی کے دن بسر کرو۔ پھرفرمارتاے او اشد ذکراہم نے پہلے تو تمہیں یہ ہدایت کی دی کہ تم خداتعالیٰ اسطرح یاد کرو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کو یاد کرتے ہو مگر ہمار ا یہ حکم صرف ان لوگو ں کے لیے ہے جو روحانیت میں ابھی اعلیٰ مقام پرنہیں پہنچے ورنہ جو لوگ اپنے ماں باپ کی محبت میں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا ہاتھ پوشیدہ دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ماں باپ کے تعلق کو بالکل ہیچ سمجھتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ خداتعالیٰ کا ایسے رنگ میں ذکر کریں کہ انکے دینوی تعلقات میں اس کی کوئی مثال دکھائی نہ دے اور ماں باپ کا ذکر اس کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہو جائے۔

تفسیر

اس آیت میں جن مقررہ دنوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا خصوصیت کے ساتھ حکم دیا گیا ہے وہ ایام تشریق ہیں یعنی ذوالحجہ یا ایام منیٰ ہیں جو دسویں تاریخ سے شروع ہوتے ہیں اور 13ذوالحجہ کو ختم ہوجاتے ہیں۔

فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ فرماتاہے جو شخص جلدی کرے اور دو دنوں میں ہی واپس چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں دراصل دسویں ذوالحجہ کے بعد رمی الجمار کے لیے تین دن رکھے گئے ہیں مگراجازت ہے کہ کوئی شخص

دو دن کے بعد بھی لوٹ آئے اس بارہ میں امام ابو حنیفہ ؒ کا مذہب تو یہ ہے کہ ایام تشریق کے تیسرے دن صبح کے وقت جا سکتا ہے لیکن بعض نے کہا ہے کہ دوسرے دن رمی الجمار کے بعد نگی جا سکتا ہے گویا اس سے تیسرے دن کی رمی معاف ہوگئی پھر بعض نے کہا ہے کہ جس نے تعجیل کی نیت کی اسے چاہیے کہ وہ یوم النحر کو رمی کرے

پھر فرماتا ہے ومن تاخر فلا اثم علیہ لمن اتقی اور جو شخص پیچھے رہ جائے یعنی تیسرے دن رمی کرکے جائے اسے بھی کوئی گناہ نہیں اور یہ وعدہ اس شخص کے لیے ہے جو تقوی اختیار کرے بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ لمن اتقی کا تعلق تعجیل کے ساتھ ہے مگر میرے نزدیک اس کا تعلق نہ تعجیل کیساتھ ہے نہ تاخیر کے ساتھ بلکہ لا اثم علہ کے ساتھ ہے ورنہ جو گنہگار ہے وہ تو گناہگار گار ہی ہے اس کے متعلق لا اثم علیہ کہناتو درست ہی نہیں ہو سکتا یہ نفی صرف ایسے شخص کے لئے ہے جو متقی ہو یعنی اگر وہ کسی اور طرح گناہ گار نہیں تو اس تعجیل یا تاخیر سے گناہ گار نہیں ہوتا۔

آخر میں واتقو اللہ واعلموا انکم الیہ تحشرون فرماکر اس طرف توجہ دلائی کہ ان مناسک کی اصل غرض یہ ہے کہ تمہارے اندر تقوی پیدا ہو تمہارا بیت اللہ کا طواف کرنا حجر اسود کو بوسہ دینا صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا مزدلفہ منی عرفات او ر مشعر الحرام میں اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنا اور رمی الجمار کرنا یہ سب اس غرض کے لیے ہے کہ تمہارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی سچی محبت پیدا ہو اور تم سمجھو کہ ایک دن تم اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور اکٹھے ہونے والے ہو پس اگر تم نے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط رکھا اور اس کی راہ میں ہر قسم کی تکالیف کو برداشت کیا اور کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابراہین اور اسمعیل اور ہاجرہ کو برکت دی تھی اسی طرح وہ تمہیں بھی برکت عطا فرمائیگا اور تمہاری نسلوں کو بھی اپنی دائمی حفاظت اور پناہ میں لے لے گا پس تقوی کو اپنا شعار بنائو اوراس دن کو یاد رکھو جب تم سب کو اپنے اعمالی جواب دہی کے لیے خداتعالیٰ کے حضور حاضر ہونا پڑیگا

حج کے احکام تو ختم ہوگئے مگر سوال یہ ہے کہاں جگہوں میں جانے اور ۲ہاں چکر لگانے کی کیا حکمتیں ہیں ؟سو یاد رکھنا چاہیے کہ میرے نزدیک ایک بڑی حکمت یہ ہے کہخداتعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ (آل عمران آیت ۹۷) کہ سب سے پہلا گھر جو تمام دنیا کے فائدہ کیلیے بناا گیا تھا وہ ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے اسے حضرت ابراہیم ؑ نے نہیں بنایا بلکہ یہ آدم کے زمانہ سے چلا آتا ہے (خواہ وہ کوی آدم ہو) پس وضع للناس میں

پیشگوئی تھی کہ چونکہ خداتعالیٰ نے اسے ساری دنیا کے لیے بنایا ہے اس لئے تمام لوگ اس جگہ جمع کیا جائیگا چنانچہ اسی غرض کیلیے حج کی خاص تاریخیں مقرر کر دی گئیں تا کہ ان تاریخوں میں وہاں ساری دنیا کے لوگ جمع ہو سکیں گویا دوسرے الفاظ میں تمام دیا کو اکٹھا کرنے اور جہاں بھر کے اتقیاء اور صلحاء کو جمع کرنے اور عالم اسلامی میں عالمگیر اخوت اور تحاد پیدا کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے اپنے مائدہ روحانی پرلوگوں و ایک عظیم الشان دعوت دی ہے تاکہ قومی اور ملکی منافرت درمیان سے اٹھ جائیاور باہمی تعلقات وسیع ہو جائیںاور ایک دوسرے کی محبت ترقی کرے اور یہ خیال کہ ہم فلاں قوم سے ہیں اور ہماراغیر فلاں قوم سے مٹ جائے میرے نزدیکد منیٰ میں لوگوں کے تین دن اسی لیے فارغ رکھے گئے ہیں کہ وہاں لوگ ذکرالہیٰ اور عبادت میں اپنا وقت گزارنے کے علاوہ آپس میں ایک دوسرے سے ملیں اور حالات معلوم کریںقادیان اور ربو ہ میں بھی لوگ مختلف اوقات میں آتے رہتے ہیں مگر وہ تعلقات نہیں بڑھتے جو جلسہ سالانہ کے ایام میں پڑھتے ہیں اگر حج سے یہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے تو میرے نزدیک وہ تفرقے اور شقاق مٹ سکتے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو کمزور کرر کھا ہے اوران کے درمیان اختلافِ عقائد کے اوجود زبر دست اتحاد پیدا ہو سکتاہے غرض حج گو ایک مذہبی عبادت ہے مگر اس میں روحانی فوائد کے علاوہ یہ ملی اور سیاسی غرض بھی ہے کہ مسلمانوں کے ذی اثر طبقہ میں سے ایک بڑی جماعت سال میں ایک جگہ جمع ہو کر تمام عالم کے مسلمانوں کی حالت سے واقف ہوتی رہے اور ان میں اخوت اور محبت ترقی کرتی رہے اورانہین ایک دوسرے کی مشکلات سے آگاہ ہونے اور آپس میں تعاون کرنے اورایک دوسرے کی خوبیوں کو اخذ کرنے کا مو قعہ ملتا رہے گو افسوس ہے کہ اس غرض سے پوری طرح سے فائد ہ نہیں اٹھایا جا تا۔

یہا ں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حج سے یہی غرض تھی تو پھر مکہ مکرمہ میں ہی تما م مسلمانوں کا اجتماع کا فی تھا عرفات منیٰ اور مزدلفہ میں جمع کرنے کی ایک حکم تو یہ ہے کہ شہر میں صحیح رنگ میل جول ہو سکتا ے اس لیے خداتعالیٰ نے مسلمانوں کو کھولے میدانوں میں جمع ہونے کا حکم دیے دیا تاکہ وہاں لوگ آسانی سے ایک دوسرے سے مل سکیں وہاں جگہ بھی کھلی ہوتی ہے اور وقت بھی فارغ ہوتا ہے ا س لئے ایک دوسرے کو ملنے کا مدعا خوب اچھی طرح پورا ہو سکتا ے لیکن اس کے علاوہ خداتعالیٰ نے مزدلفہ منیٰ اور عرفات کو اس شرف کے لیے اس لیے چنا ہے کہ عرفات ساحل سمندر کی طرف ہے اورجہاں تک میں سمجھتاہوں حضرت براہیمؑ اسی راستہ سے حضرت ہاجرہؓ اور

اسمعیلؑ کو چھوڑنے کے لیے شام سے تشریف لائے تھے اور عرفات وہ مقام ہے کہ جہاں حضرت ہاجرہؓ گھبرائی ہوئی پہنچی تھیں مگر جب حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ میں خداکے حکم سے تمہیں یہاں چھوڑ کر جارہا ہوں تو انہوں نے کہا کہ اذالا یضیعنا اگر یہ بات ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا اور وہ واپس چلی گئی گویا شیطان ہمیشہ کے لیے ماردیا گیا اس لیے یہاں شیطان کو کنکر مارے جاتے ہیں۔پھر حج بیت اللہ کی ایک غرض شعائر اللہ کا احترام اور ان کی عظمت لوگوں کے دلوں میں قائم کرنا ہے شعائر اللہ کے لفظ سے ظاہر ہے کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے ہیں چونکہ دنیا میں کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا ذہن صرف ظاہر سے باطن کی طرف منتقل ہو اکرا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ میں ان کے سمنے ایسے نشانات رکھ دیے جو خداتعالیٰ کو یاد دلانے والے اور اسکی محبت دلوں میں تازہ کرنے والے یں حج دراصل اس عظیم الشان قربانی کی یاد تازہ کرتا ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہؓ اور اسمعیلؑ کو بیت اللہ کے قریب ایک وادی غیر ذی زرع میں انتہائی بے سرو سامانی کی حالت میں چھوڑ کر سر انفام دی تھی بعض لوگ غلطی سے یہ خیال کرتے ہیں کہ چونکہ وہ اپنے بچے حضرت اسمعیلؑ کی گردن پر چھری پھیرنے کے لے تیار ہو گئے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی یادگار حج کی صورت میں قائم کردی حالانکہ اگر یہ درست ہوتا تو چونکہ یہ واقعہ شام میں ہوا تھا اس لیے حج کا اصل مقام شام ہوتا نہ کہ حجاز اور لوگ یہاں جمع ہو کر خداتعالیٰ کی یادکرتے اور کہتے ابرہیمؑ نے کس قدر قربانی کی تھی لیکن خداتعالیٰ نے حج کے لیے مکہ کو چنا اور منیٰ اور مزدلفہ اور عرفات میں جانا اور وہاں مناسک حج بجا لانا ضروریقرار دیا پس میرے نزدیک حج کا تعلق آپکا چھری پھیرنے کے لیے تیار ہو جانے والے واقعہ سے نہیں بلکہ اس واقعہ سے ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہؓ اور اسمعیلؑ کو خداتعالیٰ کے حکم کے ماتحت ایک ایسی وادی میں لا کر پھینک دیا جہاں پانی کا ایک قطرہ تک نہ تھا اور کھانے کیلیے ایک دانہ تک نہ تھا جب انسان حج کے لیے جاتاہے تو اس کی آنکھوںکے سامنے یہ نقشہ آجاتا ہے کہ کس طرح خداتعالی کے لیے قربانی کرنے والے بچائے جاتے ہیں اوران کو اللہ غیر معمولی عزت دیتا ہے اور حج کرنے والے کے دل میں بھی خداتعالی کی محبت بڑھتی اور اس کی ذات پر یقین ترقی کرتا ہے پھر وہ اپنے آپ کو اس گھر میں دیکھ کر جو ابتدائے دنیا سے خدا تعالی کی یاد کے لیے بنایا گیا ہے ایک عجیب روحانی تعلق ان لوگوں سے محسوس کرتا ہے جو ہزاروں سال پہلے سے اس روحانی ملک سلک میں پروئے چلے آتے ہیں جس میں یہ شخص پرویا ہوا ہے یعنی خداتعالی کی یا اور اس کی محبت کا رشتہ جو سب کو باندھے ہوئے ہے خواہ وہ پرانے ہوں یانئے اسی طرح بیت اللہ کو دیکھ کر خدا تعالی کی عظمت اور اس کے جلال کا

نقشہ انسانی آنکھوں کے سامنے آجاتے ہے اوراسے احساس ہوتا ہے کہ کس طرح خداتعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کا نقشہ انسانی آنکھوں کے سامنے آجاتاہے اوراسے احساس ہوتا ہے کہ کس طرح خداتعالی نے غیر معمولی ور پرچاروں طرف سے لوگوں کو اس گھر کے گرد جمع کر دیا ہے جب انسان بیت اللہ کو دیکھتا ہے اوراس پر اس کی نظر پڑتی ہے تو اس کے دل پر ایک خاص اثر پرتا ے ااور وہ قبولیت دعا کا ایک عجیب وقت ہوتا ہے حضرت خلیفہ اولؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے حج کیا تو میں نے ایک حدیث پڑھی ہوئی تھی کہ جب پہلے پہل خانہ کعبہ نظر آئے تو اس وقت جو دعا کی جائے وہ قبول ہو جاتی ہے فرمانے لگے اس وقت میرے دل کئ دعائوں کی خواہش ہوئی لیکن میرے دل میں فورا خیال پیداہو ا کہ اگر میں نے یہ دعائیں مانگیں اور قبو ل ہوگئیںاور پھرکوئی اور ضرورت پیش آئی تو پھر کیا ہو گا پھرتو نہ حج ہو گا اور نہ یہ خانہ کعبہ نظر آئے گا کہنے لگے تب میں نے سوچ کر یہ نکالاکہ اللہ تعالی سے یہ دعا کروں کہ یا اللہ میں جو دعا کیا کروں وہ قبول ہوا کرے کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے میں نے حضرت خلیفہ اولؓ سے یہ بات سنی ہو ئی تھی جب میں نے حج کیا تو مجھے بھی وہ بات یاد آگئ جونہی خانہ کعبہ نظر آیا ہمارے نانا جان نے ہاتھ اٹھائے کہنے لگے دعا کر لو وہ کچھ اور دعائیں مانگنے لگ گئے مگر میں نے تو یہی دعا کی کہ یا اللہ اس خانہ کعبہ کو دیکھے کا مجھے روز روز کہاں موقعہ ملے گا آج عمر بھر میں قسمت سے ساتھ موقع ملا ہے پس میرے تو یہی دعا ہے کہ تیرا اپنے رسول سے وعدہ ہے کہ اس کو پہلی دفعہ حج کیموقعہ پردیکھ کرجو شخص دعاکریگا وہ قبول ہوگی میری دعا تجھ سے یہی ے کہ ساری عمر میری دعائیں قبو ل ہوتی رہیں چنانچہ اس کے فضل اور احسان سے میں برابر یہ نظارہ دیکھ رہا ہوں کہ میری ہر دعا اس طرح قبول ہوتی ہے کہ شاید کسی اعلی درجہ کے شکاری کا نشانہ بھی اس طرح نہیں لگتا

اسی طرح بیت اللہ کے گرد چکر لگاتے وقت جب انسا ن دیکھتا ہے کہ ہزاروں لوگ اس کے گرد چکر لگارہے ہین اور ہزاروں ہی اس کے گرد نمازیں پرھرہے ہں تو اس کیدل میں یہ احساس پیداہوتاہے کہ میں دنیا سے کٹ کر خداتعالی کی طرف آگیا ہوں اور میرا بھی اب یہی کام ے کہ میں اس کے حضور سر بہ سجود رہوں پھرسعی بین الصفا و المروۃ میں حضرت ہاجرہؓ کا واقعہ انسان کے سامنے آتاہے اوراس کا دل اس یقین سے بھر جاتاہے کہ انسان اگر جنگل میں بھی خداتعالی کے لیے ڈیرہ لگادے تو خدا تعالیٰ اسے کبھی ضائع نہیں کرتابلکہ اس کے لیے خود اپنے پاس سے سامان مہیا کر تا اوراسے معجزات اور نشانات سے حصہ دیتا ہے پھر وہاں جتنے مقام شعائر کا درجہ رکھتے ہیںان کیبھی ایسے نام

رکھ دیئے گئے ہیں کہ جن سے خداتعالی کی طرف توجہ پیداہوتی ہے مثلا سب سے پہلے لوگ منی میں جاتے ہیں یہ لفظ امنیۃ سے نکلا ہے جس کے معنے آرزو اورمقصد کے ہیں اور اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ لوگ اس جگہ محض خداکو ملنے اور شیطان سے کامل نفرت اورعلیحدگی کا اظہار کرنے کے لیے جاتے ہیں پھر عرفات ہے جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہوتاہے کہ اب ہمیں خدا تعالی کی پہچان اور اس کی معرفت حاصل ہوگئی ہے اور ہم اس سے مل گئے ہیں اس کے بعد مزدلفہ ہے جوقرب کے معنوں پردلالت کرتا ہے اور جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ وہ مقصد جس کی ہم تلاش کر رہے ہیں وہ ہمارے قریب آگیا ہے اسی طرح مشعر الحرام جو ایک پہاڑی ہے محمد رسول اللہ ﷺ سے ایک مخلصانہ عقیدت اور ابراہیم کے جزبات ہمارے دلوں میں پیدا کرتی ہے کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں رسول کریم ﷺ خاص طور پر عائیں فرمایا کرتے تھے پھر مکہ مکرمہ ایسی جگہ ہے جہاں سائے چند درختوں اور اذخر گھاس کے اورکچھ نہیں ہوتا ہر جگہ ریت ہی ریت اور کنکر ہی کنکر ہیں اور کچھ چھوٹی چھوٹی گھاٹیاں ہیں غرض وہ ایک نہایت ہی خشک جگہ ہے نہ کوئی سبزہ ہے نہ باغ دنیاکی کشش رکھنے والی چیزوں میں سے وہاں کوئی بھی چیز نہیں پس وہاں جانا صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے قرب اور رضاء کے لیے ہی ہو سکتا ہے اور یہی غرض حج بیت اللہ کی ہے پھر احرام باندھنے میں بھی ایک خاص بات کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ کہ انسان کو یوم الحشر کا اندازہ ہو سکے کیونکہ جیسے کفن میں دو چادریں ہوتی ہیں احرام میں بھی دو ہی ہوتی ہیں ایک جسم کے اوپر کے حصہ کے لیے اور دوسری نیچے کے حصہ کے لیے۔پھر سر بھی ننگا ہوتا ہے اور عرفات وغیرہ میں یہی نظارہ ہوتا ہے جب لاکھوں آدمی اس شکل یں وہاں جمع ہوتے ہیں تو حشر کا نقشہ انسانی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اوریوں معلوم ہوتاہے کہ گویا ہم خداتعالیٰ کے سامنے ہیں کفن میں لپٹے ہوئے ابھی قبروں سے نکل کراس کے سامنے حاضر ہوئے ہیں پھر حج بیت اللہ میں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمعیلؑ حضرت ہاجرہؓ اورآنحضرت ﷺ کے واقعات زندگی انسان کی آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اوراس کے اندر ایک نیا ایمان اور عرفان پیداہوتا ہے یوں تو اور قوموں نے بھی اپنے بزرگوں کے واقعات تصویر زبان میں کھینچنے کی کوشش کی ہے جیسے ہندو دسہر میں اپنے پرانے تاریخی واقعات دہراتے ہیں مگر مسلمانوں کے سامنے خداتعالیٰ نے ان کے آبائو اجداد کے تایخی واقعات کو ایسی طرز پر رکھا ہے کہ اس سے پرانے واقعات کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے اور آئندہ پیش آنے والے حادثہ یعنی قیامت کا نقشہ بھی آنکھوں کے سامنے کھچ جاتا ہے اسی طرح رمی الجمار کی اصل غرض بھی شیطان سے بیزاری کا اظہار کرنا ہے اور ان جمار کے نام بھی جمرۃ الدنیا جمرہ الوطی اورجمرہ العقبی اس لیے

رکھے گئے ہیں کہ انسان اس امر کا اقرار کرے کہ وہ دنیا میں اپنے آپ کو شیطان سے دور رکھے گا اور عالم برزخ اور عالم عقبی میں بھی ایسی حالت میں جائیگا کہ شیطان کا کوئی اثر اس کی روح پر نہیں ہو گا اسی طرح ذبیح سے اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ خداتعالی کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار رکھے اور جب بھی اسکی طرف سے آواز آئے وہ فوراًاپنا سر قربانی کے لیے جھکا دے اور اس کی راہ میں اپنی جان تک دینے سے بھی دریغ نہ کرے پھر سات طواف سات سعی اور سات ہی رمی ہیں اس سات کے عدد میں روحانی مدارج کی تکمیل کی طرف اشارہ ہے کیا گیا ہے کہ اس کے بھی سات ہی درجے ہیں جن کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے چنانچہ سورہ مومنون میں ان درجات کی تفصیل دی گئی ہے اسی طرح حجرِ

اسود کو بوسہ دینا بھ یایک تصویری زبان ہے بوسہ کے ذریعہ انسان اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ میں اس وجود کو جس کو میں بوسہ دے رہا ہو ںاپنے آپ سے جدارکھنا پسند نہیں کرتابلکہ چاہتا ہوںکہ وہ میرے جسم کا ایک حصہ بن جائے غرض حج ایک عظیم الشان عبادت ہے جو ایک سچے مومن کے لیے ہزاروں برکات اور انوار کا موجب بنتی ہے مگر افسوس ہے کہ آجکل مسلمان صرف رسمی رنگ میں یہ فریضہ ادا کرنے کی وجہ سے اسکی برکات سے پوری طرح متمتع نہیں ہوتے۔390